FEBRUARY
2021

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماھنامہ

پیغام شریعت دہلی

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

غیر سودی اسلامی بینکنگ موجودہ معاشی بحران کا پائیدار حل

پاسپورٹ، ویزا کے بدلتے قوانین اور زعفرانی سازشیں

شان امہات المومنین اور شیخ البانی

کیا بھارت ماضی کی تاریخ دہرائے گا

الاشباہ والنظائر ایک فقہی شاہکار

کووڈ ویکسین ایک تجزیہ

مسئلہ امتناع النظیر پر خواجہ علم وفن کی یادگار تحریر



₹20

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ

پیغام شریعت دہلی

PAIGHAM E SHARIAT

Monthly

رجب المرجب | جلد 6 | شمارہ = 1 | FEB- 2021

ایک شمارہ کی قیمت 20 روپے، سالانہ زر تعاون 200 روپے، بیرون ممالک کے لئے 50 ڈالر، خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد تکمیل امجدی نے مونی پرنٹنگ پریس 3622 کٹرا دینا بیگ۔ لال کنواں دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "پیغام شریعت" 422، فرسٹ فلور، گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی
مکتبہ رضائے مصطفیٰ دہلی
مکان نمبر ۴۲۲ پہلی منزل گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی-۶

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No.422 1st Floor Gali Matia
Mahal Jama Masjid Delhi-110006
Mob 8090753792
Email:Paighameshariat@gmail.com
Bank name: IDFC FIRST BANK A/C Name:Paigam e shariyat
IFSC CODE.IDFB0020123 A/C No 10063056966

فہرست مضامین

۱	ہوتا ہے جادہ پیما اب کارواں ہمارا (اداریہ)	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	۵
۲	مسئلہ امتناع النظیر (خاتم النبیین کے بعد نبی کی بحث)	خواجہ علم وفن علامہ مظفر حسین علیہ الرحمہ	۸
۳	شانِ امہات المومنین اور شیخ البانی	مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)	۱۱
۴	غیر سودی اسلامی بینکنگ، معاشی بحران کا پائیدار حل	مفتی شمس الحق مصباحی (ساؤتھ افریقہ)	۱۶
۵	الاشباہ والنظائر۔ فقہ حنفی کا شاہکار	مفتی فیضان المصطفیٰ قادری۔ (گھوسی)	۲۲
۶	تذکرۂ حافظ ملت بزبان محدث کبیر	مولانا شاداب امجدی برکاتی (مارہرہ شریف)	۲۷
۷	پاسپورٹ، ویزا کے بدلتے قوانین اور زعفرانی سازشیں	مولانا محمد زاہد المرکزی (کالپی شریف)	۳۱
۸	کووڈ ویکسین ایک تجزیہ	مفتی حسان المصطفیٰ قادری (گھوسی)	۳۳
۹	آر ایس ایس کے حقائق ومضمرات	از: مفتی سید شہباز اصدق چشتی (افریقہ)	۳۵
۱۰	کیا بھارت ماضی کی تاریخ دہرائے گا؟	علامہ طارق انور مصباحی (کرالا)	۳۷
۱۱	دیش بھکت آخر جاسوسی کیوں کر رہے ہیں؟	محمد اکرم علی برکاتی (جالون)	۴۷
۱۲	بچپن کی تربیت پچپن تک جاتی ہے	مفتی محمد مظفر علی المدنی (فیصل آباد)	۵۰
۱۳	مراسلات	قارئین کرام	۵۱

(نوٹ)

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

ہوتا ہے جادہ پیما اب کارواں ہمارا

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

پراسرار وائرس ''کرونا'' نے پوری انسانی آبادی پر ایسا منفی اثر چھوڑا ہے کہ صدیوں اسے بھلایا نہ جاسکے گا، اس جیسی بلا نہ دیکھی، نہ سنی، جس سے پوری دنیا جمود و تعطل کا شکار ہوگئی، اور بھاگتی دوڑتی زندگی میں ایسا ٹھہراؤ آگیا جیسے اس کی رگوں میں دوڑتا خون منجمد ہوگیا ہو۔ اس کا اثر ہر طبقے پر پڑا۔ اس رسالے کی طباعت واشاعت بھی متاثر ہوئی، اور ہمارے قائین ایک طویل عرصے سے اس کا انتظار کررہے ہیں، اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک طویل خاموشی کے بعد پھر اس کے شمارے آپ کی ضیافتِ ذوق وطبع کے لیے تیار ہیں۔

اس عرصے میں ہندو پاک کے علما ومشائخ میں بڑی مقتدر شخصیات ہمیں داغ مفارقت دے گئیں۔ جن میں کچھ شخصیتیں علم وفن، تنظیم وتحریک، تصنیف وتالیف، تعلیم وتدریس کے حوالے سے تاریخ ساز حیثیت کی حامل تھیں، ان کی فہرست طویل ہے، ہم ان تمام کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی خاص رحمت ورضوان سے نوازے، اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

اس سے قبل ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کا آن لائن ایڈیشن ''فلاح ونجات نمبر'' گزشتہ ماہ سوشل میڈیا پر شائع کیا جاچکا ہے۔ موجودہ ملکی حالات کے پیش نظر مسلم امہ کو کیا کیا معلومات ضروری ہیں، اور کن سمتوں میں پیش قدمی کی ضرورت ہے، اس نمبر میں اس سے متعلق پوری دستاویز قارئین کی خدمت میں پیش کی جاچکی ہے۔ ضرورت ہے کہ ملک کا ہر مسلمان شہری اسے پڑھے اور اس میں درج کردہ معلومات کو لوگوں تک پہنچائے، یہ وقت کا تقاضا ہے، کیوں کہ ''کرونا'' کی وبا نے مسلم مخالف سرگرمیوں کو متاثر کیا ہے فنا نہیں کیا، اس لیے اس جہت سے غفلت سخت نقصان دہ ہوسکتی ہے۔ یہ نمبر ہماری طرف سے اپنے مسلمان بھائیوں کی فلاح ونجات کے لیے موجودہ ملکی حالات میں ایک بہترین نصابِ عمل ہے۔ اس کے لیے ہم اپنے تمام قلم کاروں کے شکرگزار ہیں۔

اس مہینے سے رسالے کی مطبوع کاپی کی اشاعت وترسیل کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ اور ہماری ٹیم اپنے فکر وفن کی سوغات لے کر اپنے قارئین تک پہنچ رہی ہے۔ شروع سے آخر تک اس کے تمام مندرجات کے ساتھ شوق فرمائیں، اور کچھ پسند آئے تو ان اصحابِ قلم کو ''کلمات تحسین'' سے نوازیں، اور قلم نے کہیں ٹھوکر کھائی ہو تو ''کلماتِ تنقید'' عطا کریں، اور کچھ نہ محسوس کریں تو ''کلماتِ تشویق'' سے ہی نواز دیں۔

''کلماتِ تحسین'' کی گزارش تو ہم نے خیالِ خاطرِ احباب کے طور پر کردی کہ یہ کالم خالی نہ رہ جائے، ورنہ ہم جانتے ہیں کہ تحسین وآفرین کے نقصانات اس کے فوائد سے زائد ہیں۔ تحسین وآفرین کا ماحول جہاں اصحابِ فن کو حوصلہ عطا کرتا ہے وہیں اپنی خطاؤں سے غافل اور خود فریبی کا شکار بنا دیتا ہے۔ اس لیے کلمات تحسین میں تجزیہ وتنقید کی چاشنی بھی شامل کردی جائے تو بہت خوب۔

ہاں ''کلماتِ تنقید'' پر ہم اپنے تمام قلمکاروں سے وسعت ظرفی کی توقع رکھتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ناقدین کی قدر کی جائے، خود پر تنقید کو بغور اور بار بار دیکھنا چاہیے، ہمارے اندر لوگوں کے سوالات کا سامنا کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیے، اس سے اپنی کارکردگی بہتر ہوگی، احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے گا کہ کہیں کوئی ایسا جملہ نکل جائے جس پر گرفت ہو۔ اسی جہت سے اپنے ناقدین کا شکریہ ادا کرکے

اسے جاری رکھنے کی گزارش کرنی چاہیے۔سوالات کے تعلق سے یہ مزاج آپ کے موقف کی شفافیت کا آئینہ دار ہوگا۔اگر بے جا سوالات اور ’’جوابِ جاہلاں‘‘ کا مرحلہ آجائے تو اس کا حل امام احمد رضا قدس سرہ کے جوابات سے معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کہ وہ ہر طرح کے سوالات کو کیسے ہینڈل کرتے تھے۔

صلح جوئی اور اصلاح پسندی :

ہم اپنے قارئین سے ہر سطح کے آپسی معاملات میں صلح جوئی اور اصلاح پسندی کو اپنی ترجیحات میں شامل کرنے کی گزارش کرتے ہیں۔ صلح پسندی کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے، اس میں کبھی کچھ کڑوے گھونٹ پینے پڑ سکتے ہیں مگر اس کے ثمرات وفوائد بے شمار ہیں۔اس کی طاقت کا اندازہ لگانا ہو تو ان مشائخ چشت کی تاریخ پڑھیں جو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ کر اپنے اخلاق وکردار سے دلوں کو مسخر کر لیتے پھر ہر وہ کام کر گزرتے جو کرنا چاہتے تھے، اس طرح انھوں نے اپنے اہداف سو فیصد حاصل کیے۔

اس وقت ملکی حالات حد درجہ نازک ہیں، اس ملک سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دینے کا منصوبہ بہت پہلے بنایا جا چکا تھا، اور ایک عرصہ سے انھیں خطوط پر کام ہو رہا تھا، اب ادھر چند سالوں سے اس تحریک میں تیزی آگئی ہے۔ تقسیم ہند کے وقت ہمارے اشرافیہ نے ترک وطن کر کے مملکت خداداد سدھاری اور اپنی دنیا الگ بسا لی۔ جو کمزور تھے یا جنھوں نے اس ملک کو اپنے وطن کے طور پر قبول کیا تھا وہ یہیں رہ گئے، اس طرح ہم چند سیاسی سرحدوں میں بٹ کر کمزور ہو گئے پھر سیاسی اور معاشی طور پر کمزور ہی رہ گئے۔اب ہمیں بے شمار چیلنجز کا سامنا ہے، ہم مل جل کر پوری طاقت کے ساتھ ان کا سامنا کر سکتے ہیں۔ہمیں ان حالات سے سرخرو ہو کر نکلنا ہے، اپنی اگلی نسل کو مذہبی شناخت کے ساتھ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا اعزاز دینا ہے۔یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح کسی کی قربانیوں کا صلہ اُسے نہیں، بلکہ اس کی نسلوں کو ملتا ہے اسی طرح اس کی غلطیوں کا خمیازہ بھی اگلی نسل ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم اگلی نسل کے لیے ملک میں کون سے مسائل چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

ہم صرف سیاسی طور پر ہی نہیں بلکہ مذہبی سطح پر بھی بٹتے چلے گئے، اسماعیل دہلوی کی ’’تقویۃ الایمان‘‘ نے اسلامیانِ ہند کو دو گروہ میں بانٹ دیا، اِس کی فتنہ سامانیاں بھی بکھراں رہیں، اس نے جن گستاخیوں کے بیج بوئے آج زمانہ ان کے اثرات دیکھ رہا ہے، اس فتنے کا شکار ہو کر جو لوگ اخوتِ اسلامی کے دائرے سے نکل چکے ہیں ان کے ساتھ اتحاد اور میل جول کی گنجائش تو مشکل ہے، اس لیے ہم ایسوں کے ساتھ اتحاد و اظہارِ یک جہتی کے داعی نہیں۔لیکن سنی مسلمانوں کے باہم شیر وشکر ہونے کے ضرور متمنی ہیں۔ ہمارے سنی بھائیوں کو کیا ہوا؟ کہ کسی پلیٹ فارم پر یکجہتی اور اتحاد کی قوت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ربانی حکم ’’کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَاناً‘‘ کیا اس عہد کے مسلمانوں کے لیے نہیں ہے؟ مسلمانو! اپنے حال پر ترس کھاؤ، آپسی محاذ آرائیں چھوڑو، صلح ومصالحت کی صورتیں تلاش کرو، اور کبھی کبھی ایک پلیٹ فارم پر آکر اپنی قوت کا مظاہرہ کر دیا کرو۔ دشمن تمہارا شیرازہ منتشر ہی دیکھنا چاہتا ہے، تم کو پارہ پارہ دیکھ کر اس کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے۔اور تمہارا اتحاد ان کی آنکھوں اور دلوں کا آزار ہے، وہ کب چاہیں گے کہ تم کوئی طاقت بن کر ابھرو۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔آمین

پیغام شریعت کے خصوصی شمارے:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دینی علوم پر مشتمل مصنف اعظم نمبر کی جلد اول کی اشاعت کے بعد آپ کے عقلی علوم پر مشتمل جلد ثانی کی اشاعت کو کچھ عرصہ کے لیے موخر کیا گیا ہے، اس کے لیے مختلف عقلی علوم کے ماہرین کی بڑی ٹیم چاہیے، اسی کا ذیلی حصہ ’’فوز مبین پروجیکٹ‘‘ ہے، جس پر کچھ افراد کام کر رہے ہیں، نہیں معلوم کتنا وقت لگے گا۔ملکی ضرورت کے پیش نظر ’’فلاح ونجات نمبر‘‘ کے متعلق اوپر گزرا، اس دوران

کچھ دوسرے خصوصی شمارے نکالنے کا پروگرام ہے۔ فی الحال ہم چاہتے ہیں کہ ملک کے طول وعرض میں موجود خانقاہوں کے تعارف پر مشتمل خصوصی شمارہ کا منصوبہ بنایا جائے۔ جیسے ہی اس جہت میں یا کسی اور جہت میں پیش رفت ہوتی ہے ان شاءاللہ ہم اعلان کریں گے۔

فتاویٰ امجدیہ کی ترتیب جدید :

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی یادگاروں میں بہار شریعت کے بعد سب سے اہم ان کے فتاویٰ ہیں، جن کو مفتی عبد المنان کلیمی مدظلہ نے مرتب کیا، اس پر تحشیہ کا کام حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ نے انجام دیا، اور آخر میں حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی نے حواشی لگائے۔ شہزادۂ حضور محدث کبیر حضرت مولانا علاء المصطفیٰ صاحب کی کوششوں سے اس کی چاروں جلدیں طبع ہو کر فتاویٰ امجدیہ کے نام سے بہت پہلے ہی منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ فتاویٰ امجدیہ کا نقش اول تھا جس کی پذیرائی اس بنیاد پر ہوئی کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ ہیں، اب ضرورت محسوس ہوئی کہ جدید انداز میں کمپوزنگ کر کے اسے نئے ڈھنگ سے مرتب کیا جائے، جس میں عربی عبارتوں کی تخریج اور ان کا اردو ترجمہ بھی ہو، اور جہاں جہاں مزید حواشی کی ضرورت محسوس ہو وہاں حاشیہ کا اضافہ کیا جائے۔ اس پر گزشتہ ایک سال سے کام جاری ہے۔ پوری فتاویٰ امجدیہ کی کمپوزنگ اس فقیر نے بہت پہلے کرالی تھی اور بحمدہ تعالیٰ لاک ڈاؤن کے دوران ہماری ٹیم نے پروف ریڈنگ اور تخریجات کا کام مکمل کرلیا، ترجمہ کا کام بھی مکمل ہونے والا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ حضور صدر الشریعہ کا کوئی فتویٰ کسی کے علم میں ہو جو اس میں شامل نہ ہو سکا ہو تو ہمیں آگاہ کریں، اور اس تعلق سے مفید مشوروں سے بھی نوازیں۔

مقالات خواجہ علم وفن کی ترتیب جدید :

''مقالات خواجہ علم وفن'' کی ترتیبِ جدید بھی فائنل مرحلے میں ہے، جو کہ علامۂ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ کے فنی مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کا نقش اول امیر القلم قبلہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے اپنی کوششوں سے ترتیب دیا تھا، انھوں نے جس قدر مقالات جمع کر دیے تھے اب تک ان پر اضافہ نہیں ہو سکا ہے، ہاں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں عجلت اور ارباب فن کی نظروں سے نہ گزرنے کے سبب اس میں اتنے اغلاط در آئے ہیں کہ بعض مضامین بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے پیش لفظ میں اس کا اظہار کر دیا ہے، اور اسی میں گزارش کر دی تھی کہ اصحاب فن اس پر نظر ثانی کر کے اصلاح کر دیں۔ اس مجموعہ کی فنی مشکلات کو حل کرنا ایسا کام نہیں جو کوئی آسانی سے اس سمت قدم بڑھائے، لیکن اللہ بھلا کرے اس دور کے عظیم علم دوست حضرت مفتی اسلم رضا صاحب میمنی شیوانی ابوظبی کا، جنھوں نے اس کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کی ترتیب جدید کا منصوبہ بنایا، اور اس پر اپنی ٹیم کو لگایا، جنھوں نے عرق ریزی کے ساتھ اس کی اصلاح کا کام کیا، حتی المقدور تخریجات کا کام بھی کیا، باقی جو فنی مشکلات جو رہ گئیں اس کے لیے ماہرین فن سے رابطہ کیا، مگر ہر طرف سے مصروفیت کا عذر سنتے رہے اور یہ کام ٹلتا رہا، یہاں تک کہ حضرت موصوف نے یہ کام اس فقیر کے ذمہ لگایا، ہم نے مہینوں کی محنت شاقہ سے اس کے بہت سارے مقامات الحمدللہ حل کر لیے، بہت سارے مقامات پر کئی کئی اقتباسات لکھنے سے رہ گئے تھے، اس کے لیے اصل مقالے کے حصول میں دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر ہم کسی حد تک کامیاب ہوئے، اور اب یہ مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ فائنل مرحلے میں ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن لوگوں نے نقش اول کے مشمولات دیکھے ہوں اگر خواجہ صاحب کا کوئی مقالہ اس میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو اور وہ کسی کے پاس دستیاب ہو تو ہمیں فراہم کرائیں، کوئی ایسا مضمون مل جائے جو پہلے ایڈیشن میں شامل نہیں ہو سکا تو اسے فراہم کرنے والے کو ایک صاحب خیر کی طرف سے اچھا نذرانہ پیش کیا جائے گا۔

فیضان المصطفیٰ قادری

Faizanulmustafa@yahoo.com

تحریر: خواجہ علم وفن حضرت علامہ مولانا خواجہ مظفرحسین صاحب پورنوی علیہ الرحمہ

مسئلہ امتناع نظیر

خواجہ علم وفن علیہ الرحمہ کی ایک نادر تحریر جو رفاقت کانپور کے عقائد نمبر میں شائع ہوئی تھی، یہ مضمون آپ کے مضامین کے مطبوعہ مجموعہ ''مقالات خواجہ علم وفن'' میں شامل نہیں۔ مسئلہ امتناع النظیر ایک مشکل مسئلہ سمجھا جاتا ہے، اس مضمون میں خواجہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس موضوع کو آسان علمی انداز میں طے کر دیا ہے کہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کے بعد ان کا نظیر ممکن نہیں، اس لیے ہم شائقین علم کے لیے اسے شامل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ایک مدت سے جن مسائل ومعتقدات کی بنیاد پر الگ الگ مکاتب فکر قائم ہیں انھیں مسائل ومعتقدات میں ایک مسئلہ ''سرکار کی نظیر ومثیل'' کا بھی ہے۔ یہ مسئلہ کوئی اتنا مبہم اور نظری نہیں تھا کہ اس کے لیے الگ الگ محاذ بنائے جاتے، اور ایک دوسرے کو بحث ومناظرہ کی دعوت دی جاتی، مگر صدی بیتنے کو ہے اور آج بھی یہ مسئلہ فکری جولانیوں اور دڈھینگا مشتیوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ بار بار کے حق واضح ہو جانے کے باوجود آج بھی کچھ لوگ گلی گلی یہ صدا لگاتے پھرتے ہیں کہ سرکار کی نظیر ممکن ہے، اور خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں محمد پیدا فرما سکتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ''تقویۃ الایمان'' عباتوں کو دل ودماغ سے ہم آہنگ کرنے کے لیے آئے دن چولا بدلتے رہتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ تقویۃ الایمان کی عبارت ومسائل کے نفاق سے واقف نہیں، وہ واقف ہیں اور اچھی طرح واقف ہیں، پھر بھی ان عبارتوں کی حمایت ووکالت کا جھنڈا اس لیے اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں تا کہ ان کے اسلاف کا وقار محفوظ رہے، جو انھیں ایمان سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ سرکار کی نظیر کے مسئلہ میں ''نظیر'' کے جو معنی مراد ہیں اس معنی کا کوئی ایسا وجود قطعاً ناممکن ہے جسے سرکار کی نظیر کے معنی پہنائے جاسکیں، لیکن وہ اپنے میں اس کے اظہار واعلان کی جرأت نہیں پاتے، کیونکہ ان کے سامنے ان کے اسلاف کا وہ گھناؤنا کردار ہے جو انھوں نے ایمان ویقین کی قربانی دے کر ادا کیا ہے، اسی کردار کی لاج رکھنے کے لیے یہ لوگ تمام اسلامی برادری کے احساسات کو پامال اور جذبات کو مجروح تو کر سکتے ہیں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کے اسلاف کی ساکھ پر کسی قسم کی آنچ آجائے۔

یہی وجہ ہے کہ ''امتناع نظیر'' کا مسئلہ جو قطعاً واضح اور بدیہی ہے آئے دن مبہم اور نظری ہوتا جا رہا ہے، اور یہ لوگ اپنی آبرو کی سلامتی کے لیے طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرتے جا رہے ہیں۔ آیئے پہلے آپ ''نظیر'' کے معنی سمجھ لیں تا کہ ارتیاب وتشکیک کے دھندلکوں سے آپ کا ذہن محفوظ رہے۔ اس متنازع فیہ مسئلہ میں ''نظیر'' کے معنی ہیں: سرکار کے سوا ایک ایسا وجود جو تمام اوصاف میں سرکار کا شریک وسہیم ہو، مثلاً آپ نبی ہیں تو وہ بھی نبی ہو، آپ رسول ہیں تو وہ بھی رسول ہو، آپ ''خاتم النبیین'' ہیں تو وہ بھی ''خاتم النبیین'' ہو، آپ اول مخلوقات ہیں تو وہ بھی اول مخلوقات ہو، آپ اول شافع ہیں تو وہ بھی اول شافع ہو، آپ افضل رسل ہیں تو وہ بھی افضل رسل ہو، آپ سید کونین ہیں تو وہ بھی سید کونین ہو، وغیر ذلک۔

’’نظیر‘‘ کے معنی کی تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ ’’نظیر‘‘ بایں معنی اسی وقت ممکن ہوسکتی ہے جب کہ سرکار کے تمام اوصاف میں کم از کم دوئی ممکن ہو، محال نہ ہو، یعنی سرکار کا ہر ہر وصف ایسی کلی ضرور ہو جو نفس الامر میں شرکت کا احتمال رکھے، تاکہ اس کلی کے افراد ممکنہ باہم ایک دوسرے کی نظیر ہوسکیں۔ مثلا سرکار کی ایک صفت ہے ’’نبوت‘‘، جو کلی ہے، اس کے ایک فرد خود حضور ہیں، اور دوسرے افراد انبیائے سابقین ہیں، اسی لیے ہر نبی صفت نبوت میں دوسرے نبی کی نظیر ہیں۔

اور اگر بعض اوصاف ایسے ہوں جن میں دوئی قطعاً ممکن نہ ہو تو نظیر ممکن نہیں، بلکہ محال بالذات ہوگی۔ عالم اسلام کا کون ایسا شخص ہے جو نہیں جانتا کہ خاتم النبیین، اول مخلوقات، اول شافع، اول مشفع، یہ وہ القاب وخطابات ہیں جو سرکار کی ذات سے مخصوص ہیں، اور کوئی ہوشمند اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ وہ اوصاف ہیں جن میں دوئی قطعا ممکن نہیں، بلکہ محال بالذات ہے۔ اگر اس میں آپ کو کوئی شبہ ہو تو پہلے مناطقہ کی ایک بحث ذہن نشین کرلیں جو انھوں نے کلی کی اقسام کے سلسلہ میں کی ہے، علمائے منطق نے کلی کی افراد کے وجود کے اعتبار سے چند قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) ایسی کلی جس کے سارے افراد محال بالذات ہوں۔ جیسے: شریک باری۔

(۲) ایسی کلی جس کے سارے افراد ممکن ہوں مگر ایک فرد بھی پایا نہ جاتا ہو، جیسے: عنقا۔

(۳) ایسی کلی جس کا ایک ہی فرد پایا جائے باقی اور افراد محال بالذات ہوں، جیسے: واجب الوجود

(۴) ایسی کلی جس کے سارے افراد ممکن ہوں مگر صرف ایک فرد پایا جائے جیسے: سورج۔

۵۰) ایسی کلی جن کے افراد کثیرہ موجود ہوں مگر متناہی ہوں، جیسے: سنی رسالہ۔

(۶) ایسی کلی جس کے افراد کثیرہ موجود ہوں اور غیر متناہی ہوں، جیسے: معلومات باری تعالیٰ۔

کلی کی ان تمام قسموں میں تیسری قسم ایسی ہے جو ایک ہی فرد میں منحصر ہوتی ہے، یعنی ایک فرد کے علاوہ اس کے تمام افراد محال بالذات ہوتے ہیں، خاتم النبیین وغیرہ کلی کی اسی تیسری قسم میں داخل ہیں، یعنی ان کے ایک ہی فرد کا وجود ہوسکتا ہے، اس میں دوئی کی قطعاً گنجائش نہیں، ورنہ خاتم النبیین، خاتم النبیین اور اول مخلوقات، اول مخلوقات نہ رہے گا۔ اور خاتم النبیین کا خاتم النبیین، اول مخلوقات کا اول مخلوقات نہ ہونا محال بالذات ہے۔ اس لیے ان اوصاف میں دوئی بھی محال بالذات ہوگی۔ جب دوئی محال بالذات ہوگی تو ایک فرد کے علاوہ ان کے سارے افراد محال بالذات ہوں گے، اور جب سارے افراد محال بالذات ہوں گے تو نظیر بھی لامحالہ محال بالذات ہوگی۔

مزید وضاحت کے لیے یوں سمجھئے کہ اگر سرکار کے علاوہ کوئی دوسرا وجود سرکار کی نظیر تسلیم کرلیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں وہ وجود خاتم النبیین ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو خاتم النبیین کا انحصار ایک فرد میں لازم آیا۔ اور اگر وہ وجود خاتم النبیین ہو تو اس تقدیر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر بھی خاتم النبیین کا انحصار ایک فرد میں لازم آیا۔ اور اگر دونوں خاتم النبیین مانے جائیں تو دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے یا یکے بعد دیگر ے؟ اگر ساتھ ساتھ ہوں تو چونکہ دونوں میں معیت پائی گئی اس لیے دونوں میں سے کسی پر ’’خاتم النبیین‘‘ کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ اور اگر یکے بعد دیگرے ہوں تو یہ دوسرا وجود سرکار کے بعد ہوگا یا پہلے؟ اگر بعد کو ہو تو سرکار خاتم النبیین نہ ہوں گے، کہ اس کا انحصار ایک فرد میں لازم ہوگا، اور اگر پہلے ہو تو یہ دوسرا وجود خاتم النبیین نہ ہوگا، اور اس صورت میں بھی خاتم النبیین کا انحصار ایک فرد میں لازم ہوگا۔

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ خاتم النبیین کا صرف ایک ہی فرد پایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اس کے تمام افراد قطعا غیر ممکن اور محال بالذات ہیں۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے علاوہ دوسرا خاتم النبیین مانا جائے تو اس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہوگا، اور وہ متناقض امور کا مصداق ہو جائے گا۔ یعنی وہ خاتم بھی ہوگا اور خاتم نہیں بھی ہوگا۔ اور چونکہ متناقض امور کا مصداق محال بالذات ہے اس لیے حضور کی نظیر بھی محال بالذات ہوگی۔ بعینہ یہی دلیل اول مخلوقات اول شافع اول مشفع وغیرہ اوصاف میں بھی جاری ہے۔ یعنی یہ اوصاف بھی خاتم النبیین کی طرح دوئی کے حامل نہیں، اور ان اوصاف کی بھی نظیر ممتنع بالذات ہے۔

ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب ''خاتم النبیین'' کا ایک فرد ممکن ہے تو دوسرا فرد بھی ممکن ہونا چاہیے۔ تو اس کے ازالہ کے لیے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ کسی کلی کا ایک فرد جیسا ہو اس کے دوسرے افراد بھی ویسے ہی ہوں۔

واجب الوجود ایک کلی ہے جس کا ایک فرد ذات باری تعالیٰ واجب ہے، لیکن اس کے دوسرے افراد واجب نہیں، بلکہ ممتنع بالذات ہیں۔ اسی طرح ارتفاع امرین کا ایک فرد ''ارتفاع ضدین'' ممکن ہے، لیکن دوسرا فرد ''ارتفاع نقیضین'' محال بالذات ہے، یوں ہی اجتماع امرین کا ایک فرد اجتماع متوافقین ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے، لیکن دوسرا فرد یعنی ''اجتماع نقیضین'' محال بالذات ہے، بعینہ اسی طرح ''خاتم النبیین'' اور دوسرے اوصاف مذکورہ کا حال ہے، کہ ان کا ایک فرد تو ممکن ہے، لیکن دوسرے افراد محال بالذات ہیں۔

اس وضاحت سے یہ شبہ بھی زائل ہو گیا کہ ہر ممکن کی نظیر ممکن اور مقدور ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سی ایسی کلی ہیں جن کا ایک فرد واجب یا ممکن ہے، مگر دوسرے افراد محال بالذات اور غیر مقدور ہیں۔

ہوسکتا ہے کوئی صاحب اپنے مخصوص لب ولہجہ میں آپ سے یہ فرمائیں کہ جناب اللہ صاحب تو فرماتے ہیں:

ان اللہ علی کل شئی قدیر. اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اللہ صاحب سرکار کی نظیر و مثیل پیدا کرنے پر کیوں نہ قادر ہوں گے؟

تو آپ ان کو بتائیں کہ عقائد کی تمام کتابوں میں یہ صراحت ہے کہ ممتنعات اور واجبات باری تعالیٰ کے زیر قدرت نہیں، صرف ممکنات زیر قدرت ہیں۔ اس لیے کہ زیر قدرت جو امور ہوتے ہیں یا تو ''من جہۃ الایجاد'' ہوتے ہیں یا ''من جہۃ الاعدام''، اور ممتنعات اگر من جہۃ الایجاد زیر قدرت مانے جائیں تو وہ ممتنعات نہیں رہیں گے، بلکہ ممکن ہو جائیں گے۔ اور اگر ''من جہۃ الاعدام'' مانے جائیں تو تحصیل حاصل لازم آئے گی، اور یہ دونوں محال ہیں۔ وبعکسہ یجری فی الواجب۔

علاوہ ازیں اگر ممتنعات تحت قدرت ہوں گے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو کل ممتنعات تحت قدرت ہوں گے، یا بعض ہوں گے اور بعض نہیں، دوسری صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو باطل ہے، اور پہلی صورت میں عدمِ واجب الوجود بھی تحت قدرت ہوگا، اور جب واجب الوجود کا عدم تحت قدرت ہوگا تو واجب الوجود واجب الوجود نہیں رہے گا، جو بالکل محال بالذات ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ممتنعات اگر تحت قدرت داخل نہیں تو اس سے باری تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا، اور نہ قدرت کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے، کیوں کہ ممتنعات میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ وہ تحت قدرت داخل ہوں، بلکہ قدرت کا کمال یہی ہے کہ تمام ممتنعات دائرۂ قدرت سے باہر ہوں جس طرح آپ خوشبو کو دیکھ نہیں سکتے تو اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ آپ کی نگاہ کمزور ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ خوشبو میں صلاحیت ہی نہیں کہ وہ دیکھی جائے، اسی طرح اگر سرکار کی نظیر ومثیل تحت قدرت نہ ہو تو اس سے قادر مطلق کا عجز ثابت نہ ہوگا، بلکہ ہر ہوش مند یہی کہے گا کہ اس میں تحت قدرت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قسط اول

شانِ امہات المومنین اور شیخ البانی

از: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)

تمام انبیاومرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ازواج مطہرات جملہ مومنین و مسلمین کی ماں ہیں۔اپنی ماؤں سے زیادہ ان کا ادب واحترام واجب وضروری ہے۔ان کے بارے میں حسن ظن، حسن عقیدت ایمان کی نشانی ہے، اوران کے بارے میں بدظنی وبدخیالی نفاق کی علامت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص محبوبین ،انبیاومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیےان کا انتخاب فرمایا تو انہیں ان تمام اوصاف قبیحہ سے حفاظت وعصمت بخشی جن کے ارتکاب سے دعوی نبوت پرحرف آئے، اورانسانی سماج میں وقارِنبوت مجروح ہو۔اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کوایسے افعال قبیحہ سے محفوظ فرمادیا جس سے معاشرہ گھن کرتا ہےاور جو بارگاہِ نبوت ورسالت سے لوگوں کو متنفر کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔

آج چودہ سو سال کا زمانہ گزرگیا، بڑے بڑے بدتمیز، ذی استعداد، قابل افراد، اصحابِ فکروقلم پیدا ہوئے، گستاخانِ رسالت جنم لیے، لیکن کسی نے بھی امہات المومنین کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ ان سے زنا کا صدور شرعاً صحیح ہے۔لیکن عرب کا یہ طوفانی محقق جس نے نہ جانے کتنے فتنے پیدا کیے اور خدمت حدیث کے نام پر دجل وفریب کا بازار گرم کر کے عرب کا شیخ الکل فی الکل بن گیا' صاف صاف لکھتا ہے کہ جتنے جرائم وبدکاریوں کا صدور دوسری عورتوں سے ہوتا ہے، ازواج مطہرات یعنی امہات المومنین بھی ان میں مبتلا ہوسکتی ہیں۔

حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے متعلق ایسے خیالات کا اظہار یقیناً ان پاکیزہ ہستیوں کی سخت بے ادبی ہے۔کسی امر کا امکان الگ ہے اوراس کا صدور الگ ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے ان پاک دامن امہات المومنین کوایسے گناہوں سے محفوظ فرمادیا ہے تو حفاظت الٰہی کے سبب ان سے ایسے امور کا صدور نہیں ہوسکتا۔ شیطان یا نفس انسانی حفاظت ِالٰہی کے حصار کو توڑکر بندوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے پرقادر نہیں۔یہ البانی کی دریدہ دہنی ہے کہ اس نے گناہوں کے امکانِ وقوعی کواس انداز میں بیان کیا ہے کہ اس سے بے ادبی مترشح ہونے لگی۔کسی امر کا عقلی طور پرممکن بالذات یاممکن الوقوع ہونا الگ ہے اوراس کا صدور اور بندوں کا اس میں مبتلا ہونا الگ ہے۔

البانی کے تین اقتباس ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔ان سے البانی کا نظریہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ وہ حضرات اہل بیت کرام اورامہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے فواحش اور گناہوں کا صدور صرف عقلی طور پرممکن اورممکن الوقوع ہی نہیں مانتا ہے، بلکہ فواحش میں مبتلا ہونے کا بھی قائل ہے، حالاں کہ امہات المومنین کے لیے عصمت وحفاظت ثابت ہے۔البانی کی تحریریں صاف بتارہی ہیں کہ البانی حضراتِ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں حفاظت الٰہی کوتسلیم نہیں کرتا۔بلکہ اقتباس دوم میں البانی نے حضرات امہات المومنین کے حق میں حفاظت الٰہی کا صریح انکار کیااورحفاظت الٰہی کے قائلین کو بدعتی قرار دیا۔

البانی کے خود ساختہ نظریات

محقق طوفانی شیخ البانی کے الفاظ پرنگاہ ڈالیں:

{والحديث نص صريح في أن أهل البيت يجوز فيهم ما يجوز في غيرهم من المعاصي الا من عصم اللّٰه تعالیٰ}

ترجمہ: اور حدیث نص صریح ہے اس بات پر کہ اہل بیت کے لیے وہ سارے گناہ ممکن ہیں جو دوسری خواتین کے لیے ممکن ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جسے محفوظ رکھے۔

{فهو كقوله صلى الله عليه وسلم لعائشة في قصة الافک يا عائشة فانه قد بلغني عنک كذاكذا فان كنت بريئة فيبرئک الله وان كنت الممت بذنب فاستغفری الله وتوبی اليه–اخرجه مسلم–ففيها رد قاطع على من ابتدع القول لعصمة زوجاته صلى الله عليه وسلم}(سلسلہ احادیث صحیحہ: ج4 ص529)

ترجمہ: وہ دلیل قصہ افک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمانا ہے کہ اے عائشہ! مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تری برأت ظاہر فرمادے گا اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔ اس حدیث کو امام مسلم نے تخریج کی ہے اور اسی میں زبردست رد ہے ان لوگوں کا جنہوں نے ازواج مطہرات کی عصمت کے قول کی بدعت نکالی ہے۔

نیز لکھتا ہے:

{وان كان وقوع ذلک ممكن من الناحية النظرية لعدم وجود نص باستحالة ذلک منهن ولهذاكان موقف النبی صلى الله عليه وسلم في القصة موقف المتريث المترقب نزول الوحی القاطع للشک في ذلک الذی ينبئی عنه قوله في حديث الترجمة انما انت من بنات آدم:الخ

ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يقطع ببراءة عائشة رضي الله عنها الابعد نزول الوحي ففيه اشعار قوي بان الامر في حد نفسه ممكن الوقوع}(سلسلہ احادیث صحیحہ: ج6 ص27)

ترجمہ: اگرچہ اس فاحشہ کا وقوع عقلی اعتبار سے ممکن ہے، ان کی طرف سے وقوع زنا کے محال ہونے پر نص نہ ہونے کی وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف موخر کرنا اور انتظار کرنا تھا نزول وحی کا جو شک کو دور کرنے والا ہے، جس کی خبر حدیث ترجمہ میں ان کا قول (انما انت من بنات آدم) دیتا ہے۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی سے قبل برأت عائشہ کا یقین نہ تھا تو اس میں واقعی خبر ہے، اس بات کی کہ معاملہ بذاتہ ممکن الوقوع ہے۔

حاصلات

☆ ازواج مطہرات سے ان تمام گناہ کا صدور ہوتا ہے، جن کا صدور دوسری عورتوں سے ہوتا ہے۔

☆ ان کی پاکدامنی پر کوئی نص نہیں۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں شک تھا۔

☆ جب وحی نازل ہوگئی، تب آپ کو ان کی پاکدامنی کا یقین ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شک کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زنا کا صدور اور اس میں مبتلا ہونا شرعاً درست ہے، اور ان کے لیے عصمت وحفاظت ثابت نہیں۔ معاذ اللہ من تلک الخرافات الالبانية

علمائے حق کا نظریہ:

البانی کے مذکورہ خیالات فاسدہ پر گفتگو سے قبل ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنھن زنا وبدکاری اور اس قسم کے فواحش اور افعال قبیحہ سے معصوم ومحفوظ ہیں۔ غیر نبی کی عصمت نبی کی عصمت کی طرح تو نہیں ہے، لیکن غیر انبیا کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے گناہوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آبائے کرام

،امہات کریمات ، ازواج مطہرات اور بنات طیبات فواحش اور نفرت انگیز حرکات واعمال سے محفوظ ہوتی ہیں ۔

اقوال علمائے اهل سنت وجماعت

علامہ بدایونی فرماتے ہیں:{وها أنا أذكر ما يجب لهم عليهم السلام، فمنه البراءة في النسب اى سلامته من دناءة الأباء وعهر الامهات،لا السلامة من الكفرونحوه فانه ليس بشرط}

ترجمہ:اب میں ان چیزوں کو ذکر کرتا ہوں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے واجب ہیں تو ان میں سے نسب میں پاکیزہ ہونا ہے،یعنی باپوں کا کمینگی سے اور ماؤں کا بدکاری سے محفوظ ہونا ہے، نہ کفر وغیرہ سے محفوظ ہونا، کیوں کہ یہ شرط نہیں ہے۔

اس کے تحت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:{بل والازواج ايضًا كما رأيت التصريح به–والدليل هو نفي التعيير يشتمل البنات وامثالهن ايضًا وهو الواقع–ولله الحمد}(المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند ص76 تا80)

ترجمہ: بلکہ ازواج مطہرات کا بھی زنا سے محفوظ ہونا واجب ہے،جیسا کہ میں نے اس کی صراحت دیکھی ہے اور دلیل وہی نفی عار ہے جو شامل ہے بنات وغیرہ کو بھی اور یہی امر واقعہ ہے۔تمام تعریفیں اللہ کے لیے۔

انبیا علیہم السلام کے لیے نفی عار واجب ہے تو اس کی ضد ان کے حق میں محال ہے۔

وہابیہ کے معتمد اور ابن تیمیہ کے شاگرد ابن کثیر نے لکھا:

{قال الضحاک عن ابن عباس رضي الله عنه ما بغت امراةُ نبي قط}(تفسیر ابن کثیر ج7 ص73)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں۔

ابن کثیر نے کہا:{فان نساء الانبياء معصومات عن الوقوع في الفاحشة بحرمة الانبياء كما قدمنا في سورة النور}(تفسیر ابن کثیر ج4 ص393)

ترجمہ:ازواج انبیائے کرام علیہم السلام فاحشہ میں واقع ہونے سے معصوم ہیں،انبیائے کرام کی حرمت کی وجہ سے جیسا کہ ہم نے سورہ نور کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں:{اخرج ابن عساكر عن اشرس الخراساني رضي الله عنه يرفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: مابغت امراة نبي قط}(درمنثور :ج6 ص245)

ترجمہ:حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

امام ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں:{لان نساء الانبياء معافات معصومات عن الفواحش فلا يجوز ان يظن بهن ان الشيطان يقربهن وهو الاصح}(تفسیر سمرقندی:ج 1 ص104)

ترجمہ:اس لیے کہ ازواج انبیائے کرام علیہم السلام فواحش سے محفوظ ومعصوم ہیں،تو جائز نہیں یہ گمان کرنا کہ شیطان ان کے قریب ہوتا ہے،اور یہی صحیح مذہب ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:{انما وصف الله تعالىٰ ذلک الكذب افكا لان المعروف من حال عائشة رضي الله عنها خلاف ذلک لوجوه:

احدها ان كونها زوجة للرسول المعصوم يمنع من ذلک، لان الانبياء مبعوثون الى الكفار ليدعوهم ويستعطفوهم فوجب ان لايكون معهم ماينفرهم عنهم وكون الانسان بحيث تكون زوجته مسافحة من اعظم المنفرات}(مفاتیح الغیب ج6 ص240)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کذب کو بہتان فرمایا،اس لیے کہ حضرت عائشہ کے احوال چند وجوہ سے اس کے خلاف تھے۔

اول ان کا رسول معصوم کی زوجہ ہونا اس فاحشہ کو روکتا ہے،

کیوں کہ انبیائے کرام کفار کی طرف بھیجے جاتے ہیں، تاکہ انھیں حق کی دعوت دیں، تو واجب ہے کہ انبیا کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کفار کو ان سے متنفر کردے۔ اور انسان کی بیوی کا بدکار ہونا یہ تو بڑی ہی نفرت انگیز چیز ہے۔

علامہ محمد امین شنقیطی نے حضرت نوح وحضرت لوط علیہما السلام کی ازواج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{اجمع المفسرون هنا علىٰ ان الخيانة ليست زوجية–وقال ابن عباس: نساء الانبياء معصومات ولكنها خيانة دينية بعدم اسلامهن واخبار اقوامهن بمن يومن مع ازواجهن}(اضواء البیان جلد 8 ص 381)

ترجمہ: مفسرین کا اجماع ہے کہ خیانت سے مراد خیانت زوجیت نہیں ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کی ازواج معصومات ہیں۔ ہاں خیانت سے مراد خیانت دینیہ ہے، یعنی ان کا کافر ہونا اور ان کا اپنی کافر قوم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر پہنچا دینا جنھوں نے انبیا پر ایمان لائے۔

شیعہ لوگ بھی فواحش سے ازواج انبیائے کرام کی عصمت وحفاظت کے قائل ہیں۔ ایک شیعہ محسن الامین العاملی نے لکھا:

{خلاصة عقيدة الشيعة المتفق عليها في نساء الانبياء عليهم السلام عامة وفي امهات المومنين نساء النبي صلى الله عليه وسلم خاصة–يعتقد الشيعة وجوب تنزيه الانبياء عن جميع العيوب والنقائص سواء كان ذلك في افعالهم كالاكل على الطريق ومجالسة الاراذل او صناعا تهم ككونه حجاما اوزبالا اواخلاقهم كالحقد اوالحسد والجبن والبخل او في اجسامهم كالبرص والجذام او عقولهم كالجنون والبله اوفي الخارج عنهم كدناء ة الأباء وعهر الامهات اوالازواج} (اعیان الشیعہ جلد اول: ص 120)

ترجمہ: شیعہ کے متفقہ عقائد کا خلاصہ ازواج انبیا کے بارے میں بالعموم اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی ازواج، امہات المومنین کے بارے میں بالخصوص یہ ہے کہ انبیائے کرام کی تنزیہہ وبرأت واجب ہے تمام عیوب ونقائص سے، خواہ وہ فعلی ہوں جیسے راستہ میں کھانا اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا–خواہ وہ پیشہ سے متعلق ہوں مثلاً ان کا حجام ہونا یا کوڑا جھاڑنے والا ہونا– یا ان کے اخلاق سے متعلق ہو، مثلاً کینہ، حسد، بزدلی، بخالت– یا ان کے جسموں سے متعلق ہو جیسے سفید داغ، کوڑھ– یا ان کی عقل سے متعلق ہو، جیسے پاگل پن، بیوقوفی – یا خارجی چیزوں میں جیسے آباواجداد کا گھٹیا ہونا، ماؤں اور بیویوں کا بدچلن ہونا۔

عصمت کی بحث

اللہ تعالیٰ نے تمام انسان وجنات کو ہر قسم کی نیکی، بدی، اچھائی، برائی، کی قدرت واختیار عطا کی ہے خواہ انبیا ومرسلین ہوں، اولیا وصالحین ہوں یا فساق وفجار، سب کے اندر یہ طاقت وقوت رکھی گئی ہے اور وہ اپنی مرضی واختیار سے ہر قسم کے امور انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں ومصلحتوں کے سبب اپنے کچھ بندوں کو قدرت واختیار کے باوجود گناہوں سے محفوظ رکھا ہے، یعنی انھیں عصمت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ عصمت کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ کی قدرت ہی ختم ہو جائے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

{حقيقة العصمة ان لايخلق الله تعالىٰ في العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره}(شرح عقائد نسفی: ص 109)

ترجمہ: عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت واختیار کے باوجود گناہ پیدا نہ کرے۔

علامہ شمس الدین خیالی فرماتے ہیں: {هي ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن فيها}(حاشیہ خیالی 146)

ترجمہ: گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔

امام قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں:{والجمھور قائل بانھم معصومون من ذلک من قبل اللّٰہ تعالیٰ معتصمون باختیارھم وکسبھم الاحسینا النجار فانه قال لاقدرة لھم علی المعاصي اصلا} (شفا شریف جلد2 ص125)

ترجمہ: جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیا علیہم السلام اپنے کسب و اختیار سے اللہ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین نجار معتزلی نے کہا کہ انبیا علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

یہ عصمت کن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے تو اس سلسلے میں واضح یہی ہے کہ یہ انبیا وغیر انبیا دونوں کو حاصل ہوتی ہے، لیکن حصول میں فرق ہے۔انبیا کو واجبی طور پر حاصل ہے یعنی ان کے لیے عصمت کا ثبوت واجب وقطعی ہے اور غیر انبیا کے لیے اس کا ثبوت جائز اور ظنی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:{وعصمة الانبیاء ونبینا علیھم الصلوٰة والسلام حفظھم من النقائص وتخصیصھم بالکمالات النفیسة و النصرة والثبات فی الامور وانزال السکینة، والفرق بینھم وبین غیرھم ان العصمة فی حقھم بطریق الوجوب وفی حق غیرھم بطریق الجواز}(فتح الباری جلد11 ص502)

ترجمہ: ہمارے نبی اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالات نفیسہ، نصرت الٰہی وثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں۔انبیا اور غیر انبیا میں فرق یہ ہے کہ انبیا کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیوں کہ یہ قطعی الثبوت ہے) اور غیر انبیا کے حق میں جائز ہے۔

امام بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:{والفرق بین عصمة المومن وعصمة الانبیاء علیھم السلام ان عصمة الانبیاء بطریق الوجوب وفی حق غیرھم بطریق الجواز}(عمدۃ القاری جلد23 ص155)

ترجمہ: انبیاے کرام اور مومن کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیا کی عصمت کا ثبوت واجب ہے اور ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

امامان حافظان نے انبیا وغیر انبیا دونوں کے لیے عصمت مانی۔کسی کے لیے بطور وجوب اور کسی کے لیے بطور جواز، لیکن حضرت علامہ فضل رسول بدایونی فرماتے ہیں:

{العصمة وھي من خصائص النبوة علیٰ مذھب اھل الحق}(المعتقد والمنتقد مع المعتمد: ص76)

ترجمہ: عصمت اور وہ اہل حق کے مذہب پر نبوت کی خصوصیات میں سے ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ انبیائے کرام کی عصمت اور غیر انبیا یعنی اولیائے کرام وخلفائے راشدین وازواج مطہرات کی عصمت میں فرق ہے۔انبیائے کرام کے لیے عصمت واجب ہے۔انبیائے کرام کے لیے قبل اعلان نبوت وبعد اعلان نبوت ہر حال میں عصمت ضروری ہے۔انبیائے کرام کے لیے ہر قسم کے گناہ اور ارادۂ گناہ سے عصمت ضروری ہے۔گویا انبیائے کرام کی عصمت عصمت مطلقہ واجبہ ہے۔

اولیائے کرام کے لیے عصمت جائز ہے۔ اولیا کے لیے عصمت قبل ولایت نہیں، بلکہ بعد ولایت جائز ہوتی ہے۔اولیا کے لیے ہر قسم کے گناہ سے عصمت ضروری نہیں، بلکہ بعض سے عصمت ہو، اور بعض سے نہ ہو۔گویا اولیائے کرام کی عصمت عصمت مقیدہ ممکنہ ہے۔

اسی فرق کی بنیاد پر اولیائے کرام کی ''عصمت'' کو ''حفاظت'' سے تعبیر کرتے ہیں اور انہیں معصوم کے بجائے محفوظ کہا جاتا ہے۔جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب تعارض دور ہوگیا۔علامہ بدایونی نے جو کہا کہ عصمت خاصہ نبوت ہے۔اس سے مراد عصمت مطلقہ واجبہ ہے اور ماقبل میں ازواج مطہرات کو معصومہ کہا گیا اور ان کے لیے عصمت مانی گئی تو اس سے مراد عصمت مقیدہ ممکنہ ہے: واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆

غیر سودی اسلامی بینکنگ

موجودہ عالمی معاشی بحران کا آخری اور پائیدار حل

از: مفتی شمس الحق مصباحی جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات (نیو کاسل: ساؤتھ افریقہ)

کے ثمرات دونوں سال 2020 پوری دنیا پر اپنے دوررس، گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑ کر ہم سے رخصت ہوگیا۔ بلا مبالغہ پورا سال خوف و ہراس اور رنج و غم میں گذرا۔ لکھنے والوں نے اسے ''عام الحزن'' سے بھی تعبیر فرمایا۔ کووڈ 19 کی خوفناک وبا نے پوری انسانی آبادی کو نہ صرف متاثر کیا، بلکہ ہر پہلو اور کل زاویے سے اسے جھنجھوڑ کر تہ و بالا کردیا۔ امیر، غریب، کالے، گورے، سرخ، بھورے، حکمران و عوام، شرق و غرب اور شمال و جنوب کا خود ساختہ فرق و امتیاز یکسر ختم ہوگیا۔ پہلی دنیا، دوسری دنیا اور تیسری دنیا کی ساری دنیاوی لکیریں مٹ گئیں۔

نام نہاد امیر ترین، شہ زور اور طاقتور ممالک اپنے تمام تر وسائلِ دفاع و اقدام اور نظامہائے صحت و علاج کے باوصف اس غیر مرئی وائرس کے سامنے ڈھیر ہوگئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانی آبادیاں قیامت صغریٰ کا منظر پیش کرنے لگیں۔ دہلی، ممبئی، جوہنسبرگ، کیپ ٹاون، نیویارک، لندن، روم، پیرس، برلن، ماسکو، ٹورنٹو، دبئی اور دیگر جدید اور ترقی یافتہ شہر تباہی و ویرانی اور خوف و ہراس میں ڈوب کر شہرِ خموشاں کی تصویر بن گئے۔ پوری دینا کا نقشہ ایسا خوفناک اور بدرنگ ہوگیا کہ اکیسویں صدی کے بلند حوصلہ اور آفاق پیما انسان نے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

دوا اور علاج کی تگ و تاز اور مرض کی تشخیص و تحدید کی دار و گیر کے سبب عالمی تالا بندی ترقی پذیر ملکوں کی لہلہاتی معیشتوں کو دیکھتے ہی دیکھتے ٹڈی دل کے مانند چٹ کرگئی۔ ادارے اور کمپنیاں بند ہوگئیں۔ مالکان و تاجران، مزدور و ملازمین سب بیک وقت بے کار و لاچار ہو گئے۔ مشیت الٰہی نے پل بھر میں انسان کو ہر لحظہ موت کے سامنے اس کی درماندگی و لاچارگی و بے بسی اور ناپائیگی کی یاد دلادی کہ اصل بادشاہت و حکمرانی اور جملہ اختیارات صرف اسی رب قدیر اور احکم الحاکمین کو ہیں جس نے اپنے ایک حکمِ کن فیکون سے پورے عالمِ ہستی کو وجود و اقتدار بخشا ہے۔

{وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ}(البقرۃ:165)

اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جبکہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا، اس لیی کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لیے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ (کنز الایمان)

{وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ}(ھود:45)

اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا ہے۔ (کنز الایمان)

کووڈ 19 کا اثر عالمی معیشت پر

اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے کہ کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا کی معیشت کو ایسے بحران کا سامنا ہے جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں لاک ڈاؤن اور صنعتی سرگرمیاں نہ ہونے یا بہت کم ہوجانے سے ان کی اقتصادی ترقی کی شرح منفی ہوگئی ہے۔ بھارت کے ساتھ ساتھ جنوبی ایشیا کے دوسرے ممالک بھی بدترین

معاشی بحران کا سامنا کر رہے ہیں۔

کرونا وائرس کا بحران عین اس وقت آیا جب دنیا علم اور ٹکنالوجی ہاتھوں سمیٹ رہی تھی۔ گلوبلائیزیشن نے زمینی، فضائی اور سمندری فاصلوں کو ختم کر دیا تھا۔ عالمی معیشت بے تحاشہ ترقی کرتی جا رہی تھی، مگر اچانک کرونا وائرس نے اسے پوری طرح مفلوج کر دیا اور علم و فن کی ساری پیش رفت تھم گئی۔ دنیا بھر کی معیشت کی شرح منفی ہوگئی اور کساد بازاری ہر سو عام ہوگئی۔

عالمی بینک کے مطابق موجودہ اقتصادی گراوٹ دوسری عالمی جنگ کے بعد سب سے زیادہ سنگین گراوٹ ہے۔ 1930 کی دہائی میں سماجی تباہی اور سیاسی اتھل پتھل کے ہنگامہ خیز دور اور گریٹ ڈپریشن کے بعد سے اب تک پوری دنیا کی معیشت کو اس وقت بدترین بحران کا سامنا ہے۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ دنیا کے اتنے زیادہ ممالک اقتصادی تنزلی کا شکار ہوئے ہیں۔

جنوبی امریکہ اور ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں لاکھوں افراد غربت کی لکیر سے نیچے چلے گئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ نے خبردار کیا ہے کہ اس عالمگیر وبا کی وجہ سے فصلوں کے زیاں اور خوراک کی بروقت ترسیل نہ ہونے کے سبب دنیا کو غذائی قلت کا بھی سامنا ہو سکتا ہے۔ حالات اتنے سنگین ہیں کہ اس وقت عالمی ماحولیاتی تبدیلیوں کا معاملہ بھی پسِ پشت چلا گیا ہے۔

اس وقت پوری دنیا سخت معاشی گراوٹ، ہوش ربا اقتصادی بحران، ناقابل گرفت افراط زر، بڑھتی شرحِ سود اور معاشی معمول کے بے تحاشہ عدمِ توازن کا شکار ہے۔ کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کی بھاری اکثریت نے اپنی ملکی پابندی یا وبا سے متاثر ہونے کے خوف کی وجہ سے کام کاج، سفر سیاحت، میل ملاقات، چھٹیوں میں سیر سپاٹا اور موج مستی بھی کرنے سے رہے، اس لیے ایک اندازے کے مطابق عالمی جی ڈی پی گراوٹ کا شکار ہو کر 4.5 فیصد پر آ گئی ہے۔

قابل غور ہے کہ یہ گراوٹ اور تنزل دوسری جنگ عظیم کے بعد سے بہت نمایاں فرق کے ساتھ اس وقت تک کے بدترین 2009/2008 کے عالمی معاشی بحران کی گراوٹ کے مقابلے میں تقریباً 10: گنا زیادہ ہے۔

مخصوص ممالک کی کارکردگی بالخصوص برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سال کے پہلے نصف میں برطانیہ اور سپین دونوں کی معیشتیں تاریخ کی بدترین گراوٹ کے ساتھ 20 فیصد تک سکڑ گئیں ہیں۔ فرانس اور اٹلی میں پیداوار 15: فیصد سے بھی زیادہ کم ہوگئی۔ امریکہ اور جاپان تقریباً 10: فیصد تک ڈوب گئے۔ واضح طور پر یہ ایسی معاشی گراوٹیں ہیں جن کے سامنے 2008-2009 کی کساد بازاری محض ایک معمولی جھٹکا محسوس ہوتی ہے۔

موجودہ عالمی معاشی ترقی اور سودی بینکنگ

دور جدید کی معاشی سرگرمی و ترقی اور اقتصادی استحکام اور پیش رفت کیلئے صنعت و تجارت اور بینکاری کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان دونوں شعبوں کے باہمی رابطوں اور تعاون کے بغیر موجودہ دور کے منظم، مضبوط اور مستحکم معاشی نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج جن ممالک میں بینکاری نظام مستحکم ہے اور ان کے ملکی صنعت و تجارت سے معاملات مثبت ہیں، وہی ممالک آج دنیا کی معاشی طاقت بن چکے ہیں۔

اہل علم و فہم پر آج یہ حقیقت خوب روشن ہو چکی ہے کہ موجودہ بینکنگ نظام دنیا کے لیے ایک بہت بڑا دھوکا اور سراب ہے۔ اگر اس سودی بینکنگ کی جگہ غیر سودی اسلامی بینکنگ ہوتی تو انسانی ترقی کی یہ شرح کئی گنا زیادہ ہوتی اور پورا عالمی معاشی نظام اپنی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوتا۔ کسی فرد، جماعت یا قوم کی استحصالی پالیسیوں سے محفوظ رفاہ عام اور فلاح دارین کا ضامن ہوتا۔ دنیا میں امن و امان ہوتا، آپسی بھائی چارہ اور تعاون عام ہوتا۔ پورا انسانی معاشرہ حرص و آز، بغض و کینہ شر و فساد سے دور محبت و سلامتی کا گہوارہ ہوتا۔

سینہء بنی آدم وعالم نورحق کی تجلیوں سے روشن منور ہوتا۔ بینکوں کی حقیقت اور ان کی تباہ کاریوں کے بارے میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے فرمایا:

رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود
نور حق از سینہء آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام دانش
و تہذیب و دیں سودائے خام

مغربی تہذیب وتمدن اوراس کی تعمیر وترقی پر مکر وفکرِ یہود کا گرہن ہے۔ فکرِ چالاک یہود نے اسے سود اور ظلم کی لعنتوں سے خون آشام کردیا ہے۔ سود ایک ایسی لعنت ہے جس سے نہ صرف معاشرے میں معاشی استحصال، مفت خوری، حرص وطمع، خودغرضی، شقاوت وسنگ دلی، مفاد پرستی، زر پرستی اور بخل جیسی اخلاقی قباحتیں جنم لیتی ہیں، بلکہ پورے سماج کو معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہم آئے دن سنتے ہیں کہ فلاں بینک ڈوب گیا، فلاں کمپنی دیوالیہ ہوگئی، فلاں ملک عالمی بینک کا مقروض اور تباہ ہوگیا۔

دراصل موجودہ بینکنگ نظام ایک بہت بڑی یہودی سازش ہے۔ اس کا مقصد پوری انسانی آبادی کا استحصال اور معاشی کنٹرول ہے۔ آج پوری دنیا میں عام لاقانونیت، بے راہ روی، عدم برداشت، جنگ وجدال غرضیکہ جملہ اخلاقی گراوٹ اور تسفل کا واحد ذمہ دار یہ موجود سودی نظام ہے۔

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

سودی نظامِ بینکاری کی حمایت اوراس کی حقیقت

اس وقت پوری دنیا میں سودی بینکنگ اس قدر عام ہے کہ اسے ختم کرنا تو دور ایسا سوچنا بھی کم علمی اور قدامت پسندی کا استعارہ سمجھا جاتا ہے، اور تو اور اسلامی دنیا میں ایسے متغربین اور روشن خیالوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو اس کی تائید اور حمایت میں سینہ سپر ہے۔ وہ طرح طرح کی توجیہات پیش کرتے ہیں اور اس نظام کی خوبیاں اور اس کی افادیت اور ناگزیریت کی دہائی دیتے ہیں۔

شاید وہ اس نظام کی حقیقت اور نقصانات اور اس کے پیچھے کارفرما یہودی مقاصد اور پلاننگ سے واقف نہیں۔ یہ نظام تو چند سالوں ہی پرانا ہے۔ آخر اس سے پہلے دنیا کیسے اپنے معاملات طے کرتی تھی؟ انیسویں صدی جس میں نت نئے ایجادات اور گونا گوں اہم دریافتیں ہوئیں، اس وقت تک دنیا کی حکومتیں اس گندے سودی نظام سے دور ونفور تھیں۔ مزید برآں یہ کہ اسلام نے جس ماحول میں سود کی حرمت وممانعت کو نافذ کیا، وہ آج کے ماحول سے مختلف نہ تھا۔ اس وقت بھی کفار یہی کہتے تھے کہ کاروبار بھی تو سودی لین دین ہی کی طرح ہے۔

اس وقت افسوس اسی بات کا ہے کہ آج مسلمانوں کے مابین بھی ایسے بہت سارے ناعاقبت اندیش حمایتی موجود ہیں جو اس سودی نظام کی حمایت اور تحسین کرتے ہیں اور طرح طرح سے اس کے جواز کی راہیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ سود کی اتنی سخت روایات اور وعیدوں کی کیا حکمت ہے؟ کبھی کہتے ہیں اگر سودی کاروبار بند کر دیں گے تو بین الاقوامی منڈی International Market میں مقابلہ کیسے کریں گے؟ کبھی کہتے ہیں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائیں گے، اور کبھی انتہائی کم شرحِ سود Interest rate کی آڑ لے کر لوگوں کو اکساتے ہیں، طرح طرح کی بدترین راہیں کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''کافروں نے اعتراض کیا

تھا: (اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا) بیشک بیع بھی تو سود کی مثل ہے۔تم جوخرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام کرتے ہو، ان میں کیا فرق ہے؟ بیع میں بھی تو نفع لینا ہوتا ہے''۔

یہ اعتراض نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نقل کیا: (وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (یعنی اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔اور پھر ارشاد فرمایا: ''تم ہوتے ہو کون؟ بندے ہو، سرِ بندگی خم کرو۔ حکم سب کو دیئے جاتے ہیں، حکمتیں بتانے کے لیے سب نہیں ہوتے۔ آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے، یہ کیوں ہے؟ یوں نہ ہونا چاہیئے، یوں ہونا چاہیئے۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون و چرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک، بادشاہِ حقیقی، اَزَلی، اَبدی کے حضور کیوں اور کس لیے، کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے''۔

اور جو ان احکامات کو قید و بند سے تعبیر کرتا ہے کہ یہ کیسی قیود ہم پر لازم کر دی گئیں؟ اسے اعلیٰ حضرت، مجددِ دین و ملت سمجھا رہے ہیں: ''جو آج بے قیدی چاہے کل نہایت سخت قید میں شدید قید میں گرفتار ہوگا، اور جو آج احکام کا مُقَیَّد رہے کل بڑے چین کی آزادی پائے گا''۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ ہے، کافر کے لیے جنت، مسلمانوں سے کس نے کہا کہ کافروں کی اموال کی وسعت اور طریقِ تحصیل آزادی اور کثرت کی طرف نگاہ پھاڑ کر دیکھے۔ اے مسکین! تجھے تو کل کا دن سنوارنا ہے:

یَوْمَ لَا یَنفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُونَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیمٍ (الشعراء:88،98)

جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر جو اللہ کے حضور سلامتی والے دل کے ساتھ حاضر ہوا۔

اے مسکین! تیرے رب نے پہلے ہی تجھے فرما دیا ہے:

{وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا لِنَفْتِنَھُمْ فِیهِ وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیرٌ وَّ اَبْقٰی}(طٰہٰ:131)

(اور اے سننے والے) اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہے، جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انھیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔(کنز الایمان)

اس بابت مشہور کالم نویس اوریا مقبول جان کی تحریر بھی بہت مناسب، معلومات افزا اور دلچسپ ہے۔ موصوف نے لکھا:

"سود کی حمایت اور سودی بینکاری کو آج کے جدید دور کی اہم ترین ضرورت کے طور پر پیش کرنے والے سیاسی پنڈت اور سودخور بینکار گزشتہ ایک سو سال سے سود کی مخالفت کرنے والوں سے ایک ہی سوال کرتے چلے آئے ہیں کہ اس سودی بینکاری کے نظام کا متبادل کیا ہے۔ یہ تو ایک عالمی معیشت کو چلانے کا طریق کار ہے۔ اگر اس نظام کو بغیر کسی متبادل کے ختم کر دیا گیا تو پوری دنیا کی صنعت و تجارت کا پہیہ رک جائے گا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان دانشوروں سے پلٹ کر کوئی یہ سوال نہیں کرتا کہ یکم جولائی 1944 سے 22: جولائی 1944 تک امریکا کے شہر برٹن ووڈ Bretton Wood کے ماؤنٹ واشنگٹن ہوٹل میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے نتیجے میں برٹن ووڈ معاہدے سے پہلے یہ عالمی معیشت کیسے چل رہی تھی۔ یہ کانفرنس اس وقت منعقد کی گئی جب اتحادی افواج نے نارمنڈی فتح کر لیا اور اب یہ معلوم ہو گیا کہ ہٹلر اور اس کے اتحادی شکست کھا چکے۔ ایسے میں دنیا کو سودی بینکاری کے شکنجے میں جکڑنے کے لیے چوالیس اتحادی ممالک کے سات سو تیس نمایندے یہاں جمع ہوئے، جن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا پر ایک نیا عالمی مالیاتی اور اقتصادی نظام International Monetary and Financial order کیسے مسلط کیا جائے۔

اس کے لیے یہ معاہدہ ترتیب دیا گیا۔ دنیا پر مسلط کیے گئے

اس عالمی معاہدے کے تحت ایک بینک قائم کیا گیا ، جسے عالمی اقتصادی امور میں تصفیہ کا اختیار دیا گیا، جس کا نام ''Bank of International Settlement'' رکھا گیا۔ کاغذ کی جعلی کرنسی کو ہر ملک کے لیے لازمی قرار دیا گیا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ ہر ملک ایک خوبصورت کاغذ پر ایک شاندار چھپائی کے ساتھ ایک تصویر چھاپے اور اس پر ایک مالیت لکھ دے۔ وہی کاغذ ایک روپے سے پانچ ہزار روپے کی مالیت کا بن جاتا ہے۔

یہ تو ہر ملک میں لازمی قرار دیا گیا ،لیکن عالمی منڈی میں کسی ملک کے اس جعلی کاغذ کی کتنی قیمت ہے ،اس کا اختیار اس بینک کو دے دیا گیا، جسے شرح تبادلہ Exchange Rate کہا گیا۔

اصول یہ تھا کہ جس ملک کے پاس جتنا سونا ہوگا وہ اتنے نوٹ چھاپے گا، یعنی یہاں تک تو اس نظام میں یہ حقیقت تھی کہ ان کاغذوں پر جو قیمت لکھی ہوئی ہے، اس کے برابر سونا حکومت کے پاس موجود ہے ،لیکن پہلے دن سے ہی اس نظام میں جھوٹ اور فریب کی گنجائش رکھی گئی اور اس فراڈ کو بھی عالمی قانون کا حصہ بنایا گیا، یعنی اگر ایک ملک اپنے پاس موجود سونے کے ذخائر سے زیادہ مالیت کے یہ جعلی کاغذ یعنی کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے تو وہ دھوکا اور فراڈ نہیں ہے ، بلکہ یہ افراط زر Inflation ہے۔

کیا فریب کاری ہے کہ وہ کاغذ جن کی بذات خود کوئی مالیت نہیں، ان کی بہتات کو دولت کی بہتات یعنی افراط کہا گیا ،لیکن صرف 27: سال تک ان تمام ممالک نے اس جھوٹ اور فریب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتنے کرنسی نوٹ چھاپ دیے تھے کہ اگر دنیا کا کوئی ملک اپنے پاس موجود کرنسی کے کاغذوں کے بدلے سونے کا مطالبہ کرتا تو وہ دے نہیں سکتا تھا۔

ایسا ہی مطالبہ فرانس کے صدر ڈیگال نے امریکا کے صدر نکسن سے کر دیا۔ ایک دم جواب آیا، تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ تصور اور معاہدہ اس لیے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ ہم ان کاغذوں کے بدلے سونا واپس کریں۔ فوراً ایک اور معاہدہ کیا گیا کہ اب ان کرنسی نوٹوں کے بدلے سونا رکھنے کی ضرورت نہیں ، بلکہ یہ بینک جو تصفیہ کے لیے بنایا گیا ہے، وہ بتائے گا کہ کس کرنسی کی مالیت کتنی ہے اور وہ سونے کے ذخائر کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ایک نیا لفظ نکالا گیا ''Good Will'' یعنی اس ملک کی دکان کتنی چلتی ہے۔

عموماً روزمرہ میں ہم اس کا ترجمہ'' پگڑی'' کے طور پر کرتے ہیں، یعنی اس دکان میں کتنا مال روزانہ بکتا اور نیا آتا ہے۔ کتنی فصلیں ،کارخانے اور کاروباری ادارے ملک میں کتنی پیداوار فراہم کرتے ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ اس ملک کے نوٹوں کی قیمت کیا ہے۔ یوں اس بینک کو جو اختیار ملا تھا، اس نے ثابت کیا کہ اس سے دنیا بھر کے سودخور کس طرح اس عالمی سیاسی معاشی نظام کے ذریعے اپنی دھونس مسلط کرتے ہیں۔ نائیجیریا کے پاس سعودی عرب سے زیادہ تیل ہے۔ اس کی کرنسی کی قیمت کمزور اور آئس لینڈ جہاں گھاس بھی ڈھنگ سے نہیں اگتی، اس کی کرنسی مضبوط۔

سودی بینکاری کے وکیلوں سے کوئی یہ سوال کرے کہ صرف 73: سال پہلے جب کاغذ کے نوٹوں کو عالمی حیثیت حاصل نہ تھی۔ سونے اور چاندی کے سکے چلتے تھے۔ ایسے سکے جو اپنے اندر اپنی قیمت رکھتے تھے تو کیا اس وقت عالمی معیشت اور تجارت نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت تک آج کی جدید صنعت کی اکثر چیزیں ریل، کار، جہاز وغیرہ ایجاد ہو چکے تھے، دنیا دو جنگیں بھی لڑ چکی تھی۔ عالمی منڈی بھی موجود تھی اور اس عالمی منڈی کے مقابلے میں دنیا میں ایک بہت بڑا ابلاک موجود تھا جسے کمیونسٹ دنیا کہتے تھے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ساری دنیا کے لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور کرونا وائرس کی ویکسین کی تیاری کے ساتھ ساتھ موجود معاشی بحران کو مضبوط اور پائیدار بنیادوں پر حل کریں۔ مادیت اور خدا بیزاری کو چھوڑ کر روحانیت اور ایمان کی راہ اپنائیں۔

امن وامان اور خیر سگالی کی تعلیم عام کریں۔ بالخصوص مسلمان علما اور دانشوران دنیا کو اسلامی تعلیمات کی روشنی سے روشناس کرائیں۔ اقوام عالم کے سامنے اقتصاد ومعاش کا متبادل اسلامی

ماڈل پیش کریں۔قرآن کی یہ چشم کشا آیات پوری دنیا کو سنائی جائیں اور بتائی جائیں جو پوری قوتِ بیان اور نہایت بلند آہنگی سے پوری انسانیت کو خطاب کرتی ہیں:

{الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ—وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ} (البقرة 275)

ترجمہ:وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے،مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھوکر مخبوط بنا دیا ہو۔یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا: بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے۔وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔اللہ ہلاک کرتا سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار(کنزالایمان)

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ} (البقرة:279)

ترجمہ:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو،پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو،نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمھیں نقصان ہو۔(کنزالایمان)

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تُو مصطفوی ہے
نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملا دے!

حوالہ جات:

1. https://m.facebook.com
2. https://www.independenturdu.com
3.https:/www.nawaiwaqt.com
4.https://urdu.alarabiya.net
5.https://m.facebook.com

طالبین فقہ کے لیے ایک دستاویزی سلسلہ — پہلی قسط

الاشباہ والنظائر۔ایک فقہی شاہکار

(موضوع،تاریخ،مسائل،فوائد)

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

اس عالم رنگ و بو میں نکہت ونور کی ایک وسیع دنیا آباد ہے، جس میں اہل خرد نے علوم وفنون کے الگ الگ دبستان آباد کر رکھے ہیں۔انھیں دبستانوں میں ایک دبستانِ فقہ ہے۔

علم فقہ وہ سمندر ہے جس سے علوم وفنون کے ہزاروں دریا نکلتے ہیں، اور مختلف آبادیوں میں گھومتے پھرتے تشنگانِ فنون کو سیراب کرتے ہوئے پھر اسی سمندر سے جا ملتے ہیں۔اس کا حسن وجمال لازوال ہے،جس کے شیدائی زندگی کے آخری لمحات تک اسی کے گیسوؤں میں الجھے رہنے کی تمنائیں رکھتے ہیں۔

وہ مائے جاری کی طرح ہے جو خود کو صاف وشفاف رکھنا جانتا ہے اور جو اس کے دامن میں پناہ لیتا ہے اسے بھی پاکیزگی اور لطافت عطا کرتا ہے۔اس پر صدیاں گزر گئیں لیکن نہ اس کی کشش میں کوئی کمی آئی نہ اس کی نورانیت ماند پڑی، نہ اس پر قدامت کے آثار نمایاں ہوئے۔لیکن یہ وہ نعمت ہے جو ہر صاحب فکر وفہم اور اہل دانش وبینش کو نہیں ملتی، بلکہ اسے ملتی ہے جسے بارگاہ الٰہی میں مقبولیت حاصل ہوتی ہے، اسی لیے تو فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔اس ارشاد رسول نے ہمیں بتایا کہ انبیائے کرام کے بعد فقہائے کرام کے علاوہ دنیا میں کسی طبقے کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا ارادہ کیا ہے۔اسی لیے اس کے متوالے اپنی کل متاع حیات اسی کی رعنائیوں پر نثار کیے دینا چاہتے ہیں۔

علم فقہ اگر چہ من کل الوجوہ منقولات کی قبیل سے ہے لیکن اس کے دامن میں اصول وقواعد اور اشباہ ونظائر کی ایک ایسی دنیا آباد ہے کہ اگر اس میں داخل ہو جائیں تو محسوس ہوگا کہ ہم معقولات کی دنیا کی سیر کر رہے ہیں، اس کا ہر باب ذہن کو اپیل کرتا ہے، اس کی تشریحات قوت فکر کو توانائی عطا کرتی ہیں، اور اس کی فروع اور مثالیں طائر عقل کو پر پرواز لگا دیتی ہیں۔

الاشباہ والنظائر جو اس وقت ہمارا موضوع ہے وہ علم کے سمندر، فقہ کے عبقری اور امام احمد رضا کے ''بحر طمطام'' یعنی علامہ زین الدین بن نجیم مصری رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔اگر چہ ضمنی طور پر اس موضوع پر لکھی گئی دوسری کتابوں کا بھی ذکر آئے گا، مگر مقصد نگارش اپنے اس محبوب مصنف ''صاحب البحر'' کی فقہی کرامتوں سے قلب ونظر کو جلا بخشنا، اور اپنے تہی دامن میں اپنے ظرف کے مطابق ان کے فقہی شہ پاروں کو سمیٹ لینا ہے۔اور کچھ اصحابِ ذوق اِن فقہائے کرام کے نقوشِ قدم چوم کر اسی جہت میں صحرانوردی اختیار کر لیں تو یہ عین مطلوب ومقصود ہے۔

اشباہ ونظائر کی موضوعی حیثیت:

اس نام سے مختلف فنون میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں، دراصل ''الاشباہ والنظائر'' فقہ کا ایک ضمنی فن ہے، جس کا مصداق ایسے مسائل ہیں جو بظاہر باہم متشابہ اور ایک دوسرے کی نظیر لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں، بلکہ وہ کسی جوہری فرق کے سبب حکم میں باہم متخالف اور الگ الگ ہیں۔مثال کے طور پر علامہ ابن نجیم کی'' الاشباہ والنظائر'' سے ہی چند جزئیات پر ایک نظر ڈالیں:

☆اپنی بیمار بیوی کو وضو کرانا شوہر پر واجب نہیں، لیکن اپنی باندی کو وضو کرانا اس پر واجب ہے۔

☆نفل نماز شروع کر چکا کہ فرض کی اقامت ہوئی تو نفل نہ توڑے، اور فرض شروع کر چکا کہ اقامت ہوئی تو فرض توڑ دے، گنہگار نہ ہوگا۔

☆دارالحرب میں ایک مردہ شخص ملا جس کے گلے میں زنار اور گود میں قرآن ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اسی حالت میں دارالاسلام میں ملا تو نہیں پڑھی جائے گی۔

☆سال گزرنے کے بعد زکاۃ کی ادائیگی میں شک ہوا تو زکاۃ ادا کرے گا، اور نماز کا وقت گزرنے کے بعد نماز کی ادائیگی میں شک ہوا تو اب اس پر اس نماز کی ادائیگی نہیں۔

☆رمضان میں روزہ رکھ کر تھوڑا نمک چکھا تو کفارہ واجب ہے اور زیادہ نمک کھایا تو کفارہ نہیں۔

☆حاجی نے جمرات کی رمی مینگنی سے کی تو ہوگئی، اور موتی سے کی تو نہ ہوئی۔

(ملخصاً الاشباہ والنظائر فن سادس: بیروت ۴/۲۸۵)

مذکورہ مسائل کی گہرائی میں اتر کر ان پر غور کیا جائے تو فرق ظاہر ہوجائے گا۔ ایسے ہی مسائل امام زین الدین ابن نجیم نے اپنی الاشباہ والنظائر کے فن سادس میں وجوہِ فرق کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

آیئے تھوڑی گہرائی میں اتر کر اِس موضوع کو بہارشریعت کے ایک مسئلے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہارشریعت میں طلاق کے بیان میں عالمگیری کے حوالے سے ہے:

مسئلہ: شوہر نے عورت کو خط لکھا، اس میں ضرورت کی جو باتیں لکھنی تھیں لکھیں آخر میں یہ لکھ دیا کہ ''جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق''، پھر یہ طلاق کا جملہ مٹا کر خط بھیج دیا تو عورت کو خط پہنچتے ہی طلاق ہوگئی، اور اگر خط کا تمام مضمون مٹا دیا اور طلاق کا جملہ باقی رکھا اور بھیج دیا تو طلاق نہ ہوئی۔ اور اگر پہلے یہ لکھا کہ ''جب میرا یہ خط پہنچے تجھے طلاق''، اور اس کے بعد اور مطلب کی باتیں لکھیں تو حکم بالعکس ہے، یعنی الفاظ طلاق مٹا دیے تو طلاق نہ ہوئی اور باقی رکھے تو ہوگئی۔ (بہارشریعت ہشتم صفحہ ۹)

بہارشریعت کے اس مسئلہ سے ایک بات یہ سمجھ آئی کہ فقہائے کرام مختلف احکام والے ملتے جلتے جزئیات اس طرح ایک ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک طالب علم کو اپنے ذھن وفکر کو جولانیت دینے پر آمادہ کریں، تاکہ وہ اس جوہری فرق کو معلوم کرنے کی کوشش کرے جس کی بنا پر حکم پر اتنا اثر پڑا ہے۔

مثلاً بہارشریعت کے اسی مسئلے پر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ شوہر نے خط کے پہنچنے پر طلاق کو معلق کیا، اب اگر طلاق کا لفظ مٹا بھی دے تو تعلیق تو باطل نہ ہوگی بلکہ تعلیق تو شرط کے پائے جانے پر ختم ہوتی ہے۔

اصل میں تعلیق طلاق کی یہ تحریر ''جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق''، ہی اس مسئلے کا اصل مبنیٰ ہے۔ اب دو صورت ہے: یہ جملہ خط کے شروع میں لکھا، یا خط کے آخر میں۔ شروع میں لکھا تو ''خط'' سے مراد بس اسی قدر تحریر ہے، جس سے تعلیقِ طلاق کیا۔ آخر میں لکھا تو ''خط'' سے مراد سابق تحریر ہوگی، کہ سابق ہونے کے سبب مشار الیہ کے طور پر وہی متعین ہے۔ پہلی صورت میں چونکہ ''خط'' سے اسی قدر تحریر مراد ہے، لہٰذا اسی قدر تحریر پہنچے گی تو شرط پائی جانے کے سبب طلاق واقع ہوجائے گی، اگر چہ اگلی ساری تحریر مٹا دی گئی ہو، اور اگر تعلیق طلاق کی یہی تحریر مٹا دی گئی اور باقی تحریر بھیج دی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیوں کہ اس خط سے جو تحریر مراد تھی وہ نہیں پہنچی، تو شرط نہ پائی گئی۔ اور دوسری صورت میں جب کہ تعلیق طلاق کی تحریر خط کے آخر میں لکھی جائے تو ''میرا یہ خط'' سے مراد سابق تحریر ہے، اور اسی کے پہنچنے پر تعلیق ہوئی ہے، لہٰذا وہی پہنچ جائے تو تحقق شرط کی بنا پر طلاق واقع ہوجائے گی، اگر چہ تعلیق طلاق کا جملہ مٹا دیا گیا

ہو، اور وہی تحریر نہ پہنچی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اگر چہ طلاق کا جملہ باقی ہو۔ چنانچہ عالمگیری میں اس مقام پر ہے: **لأنہ اذا محا الحوائج بطل الکتاب فلم یتحقق الشرط۔** (عالمگیری ۱/۳۷۸)

رہی یہ بات کہ تعلیق طلاق کی تحریر لکھ کر مٹا دینے کے باوجود تعلیق کیوں کر باقی ہے؟، اس کا حل یہ ہے کہ جس وقت لکھا اسی وقت تعلیق کر چکا، اب اس تحریر کے مٹا دینے سے تعلیق تو منحل نہ ہوگی بلکہ شرط کے پائے جانے پر تعلیق منحل ہوتی ہے۔

بہار شریعت کے مذکورہ مسئلے کی یہ توجیہ ہم نے اپنی فہم کے مطابق کی ہے، اس کی مزید توجیہات اہل فہم وبصیرت کر سکتے ہیں، توجیہات کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس میں کوئی جمود نہیں۔ بلکہ ''اشباہ ونظائر'' میں یہی فن اپنی جولانیت دکھاتا ہے۔

الاشباہ والنظائر کی تاریخ:

''اشباہ ونظائر'' ایک موضوع ہے۔ اس میں قواعد وضوابط، استثناءات، فوائد، جمع وفروق، اور اشباہ ونظائر جیسے امور آتے ہیں، گویا ایک ''کل'' ہے جسے ''جز'' کا نام دے دیا گیا ہے۔ فقہ کے علاوہ دیگر فنون مثلاً نحو وصرف میں بھی ان امور پر مشتمل کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر ہمارا موضوع فقہی اشباہ ونظائر خصوصاً امام ابن نجیم مصری کی تصنیف ہے، تو ہم خود کو اسی تک محدود رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں امام تاج الدین سبکی اور امام جلال الدین سیوطی کی الاشباہ والنظائر کا بھی ذکر آئے گا۔

فقہ کے قواعد وضوابط اور جمع وفروق اور اشباہ ونظائر ایک طالب فقہ کو فقیہ بنانے میں نہایت ہی سریع الاثر ہو سکتے ہیں، بلکہ امام زین بن نجیم کے مطابق اس کے قواعد طالب مخلص کو اجتہادی شان عطا کرتے ہیں۔ (**بھا یرتقي الفقیہ الی درجۃ الاجتھاد ولو في الفتوی**)

فقہائے حنفیہ میں سب سے پہلے امام زین الدین ابن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ آپ سے قبل کسی حنفی فقیہ نے اس طرز پر کوئی تالیف نہیں چھوڑی، اگر چہ جزوی طور پر کچھ مجموعے تالیف کیے گئے، جیسے خاص اشباہ ونظائر کے جزئیات امام کرابیسی نے جمع کیے، جس سے اخذ کر کے امام ابن نجیم نے اپنی تصنیف کے فن سادس کو مرتب کیا ہے۔ مگر فقہائے حنفیہ میں اس فن کے مستقل اور اول وآخر مصنف امام ابن نجیم مصری ہیں۔

دراصل اس طرز کی اولین فقہی تصنیف حضرت علامہ شیخ تاج الدین السبکی الشافعی کی ''الاشباہ والنظائر'' مانی جاتی ہے۔ امام تاج الدین سبکی صاحب الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ (۷۲۸ھ۔ ۷۷۱ھ) قاضی القضاۃ امام تقی الدین السبکی صاحب شفاء السقام کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ''الاشباہ والنظائر'' اس فن میں پہلی مفصل تصنیف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری نے اپنی اشباہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے امام تاج الدین سبکی کی کتاب کی مثل مشائخ حنفیہ کی کوئی کتاب نہ دیکھی۔ (**الا انی لم أر لھم کتاباً یحکي کتاب الشیخ تاج الدین السبکي الشافعي مشتملاً علی فنون في الفقہ**)

امام سبکی کی الاشباہ والنظائر:

الاشباہ والنظائر للسبکی قواعد وضوابط مشتمل ایک مبسوط تصنیف ہے۔ مقدمہ میں قواعد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک بات قاضی حسین کے حوالے سے یہ ذکر فرمائی کہ فقہ پانچ قواعد پر مبنی ہے۔:

قاضی حسین نے فرمایا کہ فقہ کا مبنیٰ یہ قواعد ہیں: **الیقین لایزال بالشک، الضرر یزال، العادۃ محکمۃ، المشقۃ تجلب التیسیر.** اور ایک محقق نے اس پر پانچویں ''**الامور بمقاصدھا**'' کا اضافہ کر کے فرمایا: **بنی الاسلام علی خمس والفقہ علی خمس**۔ بلکہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا: کل فقہ کی بنا ''اعتبار المصالح'' اور ''درء المفاسد'' پر ہے۔ بلکہ بات اگر اجمال کی ہے تو کہنا چاہیے کہ ''اعتبار مصالح'' ہی فقہ کی اصل ہے، اور مقام تفصیل میں تو قواعد پچاس بلکہ دو سو سے زائد ہوں گے۔ (ملخصاً مترجماً الاشباہ والنظائر للسبکي اول صفحہ ۱۲)

امام سبکی نے اپنی ''الاشباہ'' میں پہلے انھیں پانچ قواعد کو

موضوع بنایا ہے، پھر دیگر قواعد کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔

امام سبکی کی اشباہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے جزء ثانی میں ''اصول کلامیہ'' کی تفصیل بھی کی ہے، جو خصوصاً علم کلام اور عموماً معقولات سے متعلق ہیں۔

نیز آپ نے صرفی اور نحوی اصول کو بھی موضوع بنایا اور اسی اسلوب میں اس کے اشباہ ونظائر بھی جمع کیے۔

آخر میں ''اصول میں اتفاق اور فروع میں اختلاف'' کی کثیر مثالیں اور جزئیات نقل کیے، جن میں سے ایک دلچسپ مسئلہ بطور نمونہ حاضر ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اگر امام شافعی امام ابوحنیفہ سے افضل نہیں تو تجھے طلاق۔

دوسرے نے اپنی بیوی سے کہا: اگر امام ابوحنیفہ امام شافعی سے افضل نہیں تو تجھے طلاق۔

تو اب کس پر طلاق پڑے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کو طلاق نہ پڑے گی، کیوں کہ فضیلت کا یہ مسئلہ ظنی ہے، اور اصل بقاءِ نکاح ہے۔ (ملخصاً الاشباہ للسبکی جلد ثانی صفحہ ۳۲۷)

امام سبکی کے مقدمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ''الاشباہ والنظائر'' اور ہے جو اس پر بھی سابق ہے، جو شیخ صدر الدین محمد بن عمر المعروف بابن الوکیل الشافعی (متوفی ۷۱۶) کی ہے۔ امام تاج الدین سبکی نے اپنے مقدمہ میں شیخ ابوبکر الحداد اور شیخ ابن الوکیل دونوں کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

اس گروہ کے سردار شیخ ابوبکر بن الحداد ہیں جو فروع غریبہ کے ماہر ہیں، جن کو اس میدان میں ایسی ہی سبقت حاصل ہے جیسی نص کو قیاس پر سبقت حاصل ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

سید هذه الطائفة من اصحابنا ابوبكر بن الحداد صاحب الفروع الغرائب...... تقدم هذه الفرقة تقدم النص على القياس (الاشباه للسبكى اول صفحه ۵)

آگے لکھتے ہیں کہ امام صدر الدین محمد بن عمر المعروف بابن الوکیل نے فروع میں ''الاشباہ والنظائر'' پر ایک کتاب لکھی، یہ کتاب اس فن کی بہت جامع اور کثیر جزئیات پر مشتمل تھی، آپ (امام سبکی) نے اس کتاب کی تلخیص کی اور اس میں اشباہ ونظائر پر کثیر جزئیات جمع کر کے اس پر اضافہ کیا۔

فرماتے ہیں: میں نے اس کام کا آغاز اپنے والد گرامی حضرت امام تقی الدین السبکی کی حیات میں ہی ان کے حکم سے کیا تھا، جس قدر کام ہوسکا اس پر آپ نے نظر ڈالی اور تحسین فرمائی۔ **(ملخصا الاشباه للسبكي ۱/۸)**

حاجی خلیفہ نے شیخ ابن الوکیل کی ''الاشباہ'' کے متعلق کشف الظنون میں لکھا: **هو من أحسن الكتب فيه، الا أنه لم ينقح ولم يحرر كذا ذكره السبكي۔**

بلکہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں فقہائے شافعیہ کی چھ مختلف تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جو اسی نام سے بعد میں منظر عام پر آئیں۔ جن میں آخری امام جلال الدین سیوطی کی ''الاشباہ والنظائر'' ہے۔ جس کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔

امام جلال الدین سیوطی نے فن نحو میں بھی ایک ''الاشباہ والنظائر'' لکھی۔ اسی میں لکھتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے اس دروازے (اشباہ ونظائر) کو کھولا وہ شیخ الاسلام ابن عبدالسلام ہیں جنھوں نے ''قواعد کبریٰ'' لکھی، پھر ان کی اتباع میں امام زرکشی نے ''القواعد'' اور ابن الوکیل نے ''الاشباہ'' لکھی۔ امام سبکی نے اپنے والد کے حکم سے ابن الوکیل کی اسی کتاب کی تدوین وتہذیب کا ارادہ کیا۔ اور اس پر فقہ کے مزید اقسام وانواع جمع کیے۔ (کشف الظنون: الاشباہ والنظائر)

یہ سب تفصیلات اپنی جگہ برحق ہیں، دوسری طرف شیخ زین الدین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ امام سبکی کی الاشباہ والنظائر جیسی کتاب ہمارے فقہائے حنفیہ کے پاس نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فن کی بنا بھی مشائخ حنفیہ ہی

نے ڈالی ہے، اس کی دلیل شیخ ابوطاہر دباس اور شیخ ہروی کے مابین یہ واقعہ ہے، جسے امام ابن نجیم مصری اور امام جلال الدین سیوطی دونوں نے ہی اپنی کتاب کے آغاز میں درج کیا ہے۔

شیخ ابوطاہر دباس امام الحنفیہ کا واقعہ:

علامہ ابن نجیم مصری کی اشباہ میں یہ واقعہ یوں ہے:

امام ابوطاہر الدباس حنفی نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر سترہ قواعد جمع کیے تھے، ان کے نزدیک یہ سترہ قواعد حنفی مذہب کی اصل ہیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت قائم ہے۔ شیخ ابوسعید ہروی شافعی رحمہ اللہ کو جب اس کی خبر ملی تو ان کے دل میں ان قواعد کو جاننے کی تمنا جاگی، وہ شیخ ابوطاہر کی طرف چل پڑے، ان کی بستی میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ شیخ ابوطاہر جو نابینا ہیں رات میں جب لوگ مسجد سے نکل جاتے ہیں تو تنہائی میں ان سترہ قواعد کی تکرار کرتے ہیں۔ شیخ ہروی اس مسجد میں داخل ہوئے اور آپ نے عشا کے بعد خود کو ایک چٹائی میں لپیٹ لیا اور وہیں ایک طرف پڑے رہ گئے، لوگ مسجد سے نکل گئے اور شیخ ابوطاہر دباس نے مسجد کا دروازہ بند کیا اور ان قواعد کو دہرانا شروع کیا، ابھی سات قواعد تک ہی پہنچے تھے کہ شیخ ہروی کو چٹائی کے اندر کھانسی آنے لگی، جس سے شیخ ابوطاہر کو شیخ ہروی کی موجودگی کا اندازہ ہوگیا، اس پر شیخ بہت ناراض ہوئے اور انھیں مسجد سے نکال دیا۔ اس کے بعد مسجد میں ان قواعد کی تکرار بند کردی۔ شیخ ہروی کو جتنے قاعدے معلوم ہوگئے انھوں نے اپنے اصحاب کو جاکر بتادیے۔ (ملخصاً مترجماً الاشباہ للمصری ۱/۳۵ تا ۳۷ مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس واقعہ کی تفصیلات پر اہل علم کو تحفظات ہیں، مثلاً علم نافع لوگوں سے چھپا کر رکھنا ایک عظیم فقیہ کی شان کے خلاف ہے، وہ بھی اس طرح کہ کوئی ان قواعد کو چھپ چھپا کر سن لے تو اس پر غیظ وغضب کا اظہار عجیب سی بات ہے۔ مگر چونکہ اس واقعہ کو علامہ زین ابن نجیم مصری کے علاوہ امام جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی اشباہ میں درج کیا ہے اور جلیل القدر حنفی فقیہ امام کمال الدین ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں نقل کیا ہے، اس لیے اس واقعہ کی اصل سے انکار کی گنجائش کم ہے۔

علامہ حموی نے غمز العیون میں لکھا ہے کہ شیخ ہروی نے شیخ ابوطاہر دباس سے جو سات قواعد حاصل سیکھ لیے تھے ان میں وہ پانچوں قواعد بھی تھے جن پر امام تاج الدین سبکی نے اپنی ''اشباہ'' کی بنیاد رکھی ہے۔ (ملخصاً حموی علی الاشباہ ۱/۳۷ مطبوعہ بیروت)

فسبحان اللہ! والحمدللہ! کہ جس فن میں شافعیہ نے اپنا دبدبہ قائم رکھا اس کی بنیاد کی خشتِ اولین ایک حنفی فقیہ تھے۔ (جاری)

(**بقیہ** 32/**کا**)

اگر ویزا کی مدت ختم ہونے کے بعد مذکورہ چھ قوموں کے لوگ 91: دن سے دو سال تک رہتے ہیں تو انھیں صرف بھارتی 200: روپے ادا کرنے ہوں گے، جب کہ مسلمانوں کو 400: ڈالر یعنی قریب 29000 (انتیس ہزار) روپے ادا کرنے ہوں گے۔

ویزا کی مدت ختم ہونے کے بعد تین سال سے زیادہ اگر مسلم رہتے ہیں تو انھیں 500: سو ڈالر یعنی قریب 36000 (چھتیس ہزار) روپے ادا کرنے ہوں گے، جب کہ مذکورہ قوموں کو صرف 300: روپے ادا کرنے ہوں گے، نیز پچھلی حکومت ایک سال میں بیس ہزار ویزے دیتی تھی، لیکن بھاجپائی حکومت کے عہد میں یہ تعداد صفر کے برابر ہے۔ ایک سال میں صرف دو ویزے دیے گئے، ساتھ ہی یہ قید بھی لگائی گئی کہ پاکستانی وزارت خارجہ کے صدر کا لیٹر ویزا درخواست کے لیے ضروری ہوگا۔

دراصل بی جے پی نے مرکز میں قابض ہوتے ہی یہ سب تبدیلیاں شروع کردی تھیں، اور این آر سی اور سی اے اے (NRC & CAA) کے لیے چور دروازے سے بہت کچھ کیا جاچکا ہے، یعنی یہ سب کچھ حکومت کا اولین مقصد تھا اور وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بھاجپا ہر ہتھکنڈا اپنا رہی ہے۔ یہ ساری تبدیلیاں مسلمانوں ہی کی خاطر کی گئی ہیں، لیکن "اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے"۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھادیں، مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا، اگر چہ کفار اسے پسند نہ کریں۔

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خون ہے چار یار کا

تذکرۂ حافظ ملت بزبان محدث کبیر

ترتیب: مولانا شاداب امجدی برکاتی

جامعہ احسن البرکات (مارہرہ شریف)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے دنیا کو خالی نہیں رکھا، بلکہ ہر زمانے میں کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ایمان و ہدایت اور انسانوں کی حاجت وضرورت کا کام چلتا ہے۔ انہیں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں اور ساری مخلوقات سیراب ہوتی رہتی ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جو اپنے آپ کو بہت گوشہ نشین اور خستہ حال بنا کر رکھتے ہیں، تواضع اور انکساری کا پیکر ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں ان کو زمانے کی شہنشاہی حاصل ہوتی ہے۔

انہیں افراد میں سے میرے استاذ، استاذ العلما حضور حافظ ملت بھی ہیں، ان میں نہ ہی کوئی بڑا طمطراق تھا اور نہ ہی اپنی شان کو لوگوں میں پھیلانے اور اپنی بڑائی اور بزرگی کو پھیلانے کا بہت شوق تھا، بلکہ وہ تو تواضع اور انکسار کے پیکر تھے اور علم کا ایک جبل شامخ اور عقل وخرد کے اعتبار سے بہت آسودہ حال، اپنے کاموں کے معاملات میں اور اپنی ذمہ داریوں کے سلسلے میں وہ بہت ہی مستحکم عزم رکھتے تھے اور اس کے بغیر وہ کسی کام کا آغاز ہی نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ملت نے نہ اللہ کی بندگی میں کبھی کمی کی، اور نہ لوگوں کے حقوق میں ذرہ برابر کوتاہی کی اور نہ دین کی اشاعت وتبلیغ میں کسی قسم کی کوئی کسر رہنے دی۔

احساس ذمہ داری حافظ ملت کی نظر میں:

حضور حافظ ملت وقت کی قدر و قیمت کا بہت زیادہ احساس رکھنے والے تھے۔ میں نے ایک بار کلکتہ سے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ حضور! میں آپ کی نصیحت کا محتاج ہوں، کچھ نصیحتیں فرمادیں تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ: بات تو بہت وسیع ہے، اب میں کیا کیا نصیحت کروں؟ بس ایک بات یاد رکھنی چاہیے اور وہ ہے ''احساس ذمہ داری''۔ اگر یہ یاد رہے تو آدمی کبھی ذلیل وخوار اور محتاج وکنگال نہیں ہوسکتا۔

آپ کے اوپر جیسی ذمہ داریاں ہوں، ہر وقت ان کا احساس رکھیں۔ عبادت کی ذمہ داری آئے تو اس کو ٹال مٹول نہ کریں، ادا کرتے رہیں۔ بچوں کی خبر گیری، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری آئے تو اس کا بھی خیال کریں۔ جب اس کا خیال رکھیں گے تو عزت میں کمی نہ آئے گی۔ دین کی تبلیغ کی ذمہ داری آئی (اور احساس ذمہ داری ہے) تو اس میں بھی کامیاب رہیں گے، اس لیے ان سب ذمہ داریوں کا احساس رکھنا چاہیے۔

حضور حافظ ملت کو احساس ذمہ داری کے بارے میں یہاں تک میں نے پایا کہ گھر سے مدرسہ جانے کے لیے نکلتے تھے تو راستے میں بالکل سیدھا چلتے۔ کبھی دائیں بائیں ایسے (کنکھیوں سے) بھی نہ دیکھتے، گھوم کر دیکھنا اور بات ہے وہ تو الگ ہے۔ حضرت یوں (کنکھیوں سے یا ہلکا سا گردن گھما کر) بھی نہیں دیکھتے، بالکل سیدھا چلتے اور قدم برابر اٹھاتے، کوئی قدم ادھر ادھر نہیں ہوتا اور زبان پر قرآن حکیم کی تلاوت جاری رہتی۔

توکل علی اللہ:

حضور محدث کبیر فرماتے ہیں کہ؛ میرے زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے نزلہ بہت زیادہ رہتا ہے، کوئی عمدہ نسخہ ہو تو میرے سامنے پیش کیجیے، میں نے ایک بہت ہی قیمتی نسخہ حضرت کے سامنے پیش کیا، فرمایا: یہ نسخہ

بہت عمدہ ہے، اس نسخے کے مطابق تمام چیزوں کا آپ انتظام کیجیے، مگر اس نسخے میں ایک چیز کی کمی ہے، اس کو بھی شامل کر لیں، مشک بھی اس میں شامل کر لیں، وہ اگر بڑھ جائے گا تو یہ نسخہ بہت ہی مفید ہوگا، میں نے کہا: حضرت مشک کتنی ڈالی جائے؟ تو فرمایا: تین ماشہ، میں نے عرض کیا: حضور! تین ماشے کی قیمت تو بہت ہو جائے گی۔ اس زمانے میں پانچ سو روپے تولے کے حساب سے مشک ملتی تھی۔

میں نے کہا: تین ماشے کی قیمت تو بہت ہو جائے گی، اور حضور کی تن خواہ صرف ڈیڑھ سو روپے ہے، جبکہ سوا سو روپے کی صرف مشک ہو جائے گی۔ مسکرا کر فرمانے لگے: مولانا! ابھی آپ اس نکتے کو سمجھے نہیں ہیں، جب میں اس مدرسے میں پڑھانے کے لیے آیا تھا تو اس وقت اس کی سالانہ آمدنی صرف تین ہزار روپے تھی، اور کیوں تین ہزار تھی؟ اس لیے کہ اکیلے میں پڑھانے والا تھا تو بقدر کفایت تین ہزار اس کی آمدنی تھی، میں نے سوچا کہ اس کی آمدنی ایسے نہیں بڑھے گی، میں نے جھٹ پٹ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پانچ، چھ لوگوں کو بڑھا دیا تو چند ہی مہینوں کے بعد اس کی آمدنی ایک لاکھ ہو گئی اور اب الحمد للہ پچپن لاکھ کے قریب اس کا سالانہ بجٹ پہنچ گیا ہے، مطلب یہ کہ جب اسٹاف بڑھ گیا، خرچہ بڑھ گیا تو آمدنی بھی بڑھ گئی۔

پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ مشک کا خرچ آپ نہ دیکھیے، بلکہ یہ دیکھیے کہ ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پوری کرنا ہے، اب ضرورت پوری کرنے کا ذمہ تو اللہ نے لیا ہے، ہم کو اس بارے میں کیا سوچنا ہے، ہم جب ذمہ داری بڑھا لیں گے تو اللہ غیب سے رزق کے راستے کھول دے گا، اللہ ہماری ضرورت پوری کرے گا۔

کثرت تلاوت:

ہر وقت تلاوت میں مصروف رہتے، جب کوئی خالی وقت ملتا (تلاوت میں مشغول ہو جاتے) طلبہ ایک گھنٹی پڑھ کر چلے جاتے اور طلبہ کی دوسری جماعت آنے والی ہوتی، اتنے بیچ میں بھی جو دو چار منٹ کا وقفہ ملتا تو حافظ ملت دو ایک رکوع کی تلاوت کر لیتے۔

قرآن حکیم کے ایسے حافظ تھے کہ کبھی ان کو یہ نہ دیکھا گیا کہ رمضان شریف قریب آیا تو رحل پر قرآن رکھ کر کے خوب اس کو از بر کریں، جیسا کہ رمضانی حافظوں کا طریقہ ہے۔ حافظ ملت کو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، کیوں کہ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار پوچھنے پر جواب دیا کہ:

میرے والد ماجد نے اپنی حیات میں ایک لاکھ قرآن عظیم کا ختم کیا۔ میں نے بھی اللہ سے دعا کی ہے کہ اللہ مجھے بھی ایسی توفیق دے۔

(اب جو اس منزل تک پہنچنے میں مگن ہو، اسے رمضان شریف سے پہلے از بر کرنے کی کیا حاجت؟)

حافظ ملت اسی (والد گرامی کی طرح ختم قرآن کا شرف حاصل کرنے کے) لیے ہر وقت تلاوت کرتے رہتے، چلتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے، بلکہ ہم نے تو یہاں تک اندازہ کیا کہ بستر پر لیٹنے کے بعد جب تک پاؤں سمیٹے رہتے، قرآن عظیم کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، اور پاؤں پھیلا کر قرآن عظیم کی تلاوت نہیں کرتے۔ وہ سوچتے کہ جب تک نیند نہ آئے، قرآن پڑھ لوں۔ یہ حال تھا حافظ ملت کا (کہ اپنے اوپر ایک ذمہ داری عائد کر لی تو ہمہ وقت اس کا احساس رہتا۔)

حافظ ملت کی فیض رساں درس گاہ:

اسی طرح حافظ ملت درس و تدریس کے معاملے میں احساس ذمہ داری رکھتے، دیکھا کہ طلبہ نہیں آئے تو خود باہر آ جاتے کہ اب تک کیوں نہیں آئے، اس جماعت کے طلبہ نظر آ جاتے تو بلاتے کہ ادھر آؤ۔ اور اگر کوئی نظر نہ آتا تو کسی دوسری جماعت کے طالب علم کو بلاتے کہ فلاں جماعت کے طلبہ کو میرے پاس بلاؤ۔ اب سب آپ سے کانپتے چلے آتے۔

آپ کے درس میں اتنی برکت ہوتی تھی کہ پڑھاتے پڑھاتے موٹی موٹی کتابیں ختم ہو جاتیں، میں نے ایسی اور اتنی برکت کسی اور استاذ کے یہاں نہ پائی۔ بخاری شریف ہم لوگوں کو پڑھا رہے تھے، رجب کا مہینہ آنے سے پہلے دونوں جلد پوری کی پوری ختم کرا دی۔ اس کے بعد فرمایا: پھر پڑھو، اور پھر ساڑھے تین

پارے ہم لوگوں کو پڑھا ڈالے۔ یہ آپ کے درس میں برکت تھی۔

حافظ ملت کی نظر میں اعلیٰ حضرت کا مقام و مرتبہ:

حضور حافظ ملت کی شان تو ایسی تھی کہ جب اعلیٰ حضرت کا ذکر کرتے تو آپ کے چہرے کا مد و جزر دیکھنے کے قابل ہوتا، آپ فرماتے تھے کہ: ''امام جلال الدین سیوطی کے بعد اس شان کا اگر کوئی محدث پیدا ہوا تو وہ سیدنا اعلیٰ حضرت ہیں، اور فقہ میں تو آپ کی وہ شان ہے کہ صدیوں پیچھے چلے جایئے، ان کی مثال نظر نہ آئے گی''۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ: ''اعلیٰ حضرت کی زبان سے جو لفظ نکل جائے تو اگر واقعہ ویسا نہ ہو تو ہو جائے، یہ شان تھی''۔

حضور محدث کبیر فرماتے ہیں: حافظ ملت ہی نے ان کی (اعلیٰ حضرت کی) عقیدت ہمارے دلوں میں جمائی اور بد مذہبوں سے لاتعلقی کا سبق سکھایا۔

حافظ ملت کا تصلب فی الدین:

حضور حافظ ملت بد مذہبوں کے معاملے میں اتنے سخت تھے کہ جو حکم قرآن و حدیث میں بد مذہبوں کے بارے میں ہے، اس پر سختی سے پابند رہتے۔ چناں چہ ایک شادی کی دعوت تھی، اس میں تشریف لے گئے، (کھانے کے لیے) صف لگی ہوئی تھی، اچانک نظر اٹھی، دیکھا کہ ایک بد مذہب سامنے بیٹھا ہے، فوراً آپ نے اپنی چھڑی اٹھائی اور لوگوں کو سلام کر کے گھر چلے آئے۔

کسی نے پوچھا کہ: حضرت! کہاں جا رہے ہیں؟ کہا: اپنے مذہب کی حفاظت آدمی پر ضروری ہے، کسی بد مذہب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اپنے مذہب کو برباد کرنے جیسا ہے، میں نہیں بیٹھ سکتا۔

اور وہ واقعہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پڑوس کے ایک صاحب حاجی محمد حنیف حضور حافظ ملت کے پاس آئے اور عرض کی: حضور! آج عصر بعد نادر جی کی مسجد میں میری بیٹی کا نکاح ہے، آپ پڑھا دیں۔ حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے، آجاؤں گا۔ آپ نے کھدوا کی مسجد میں نماز عصر پڑھی اور فوراً وہاں سے نادر جی مسجد چلے گئے، (وہاں مجلس نکاح میں) خطبہ پڑھا، ایجاب و قبول کرایا اور (واپس گھر جانے کے لیے) مسجد سے باہر آگئے، تو کسی نے کان میں عرض کی: حضور! لڑکا دیوبندی تھا۔ (آپ متعجب ہوئے کہ) یہ دیوبندی ہے؟

آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرماتے ہیں: اب بتاتا ہے؟ (ڈانٹتے ہوئے)۔ فوراً مُڑے اور مسجد میں تشریف لائے، فرماتے ہیں کہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس کا میں نے نکاح پڑھایا، وہ دیوبندی ہے۔ سن لو! نکاح نہیں ہوا، نہیں ہوا، نہیں ہوا، اگر چہ عبد العزیز پڑھاوے۔

محدث کبیر فرماتے ہیں: ان سب معاملات میں ہم نے جو سختی اور پختگی حافظ ملت میں پائی۔ اب کے علما میں اس طرح کی بات نہیں پائی جاتی، اور عوام تو کالانعام۔

حافظ ملت جب کوئی دین کا معاملہ ہوتا یا سنیوں کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی کرتا تو اس کا سختی سے جواب دیتے۔ ایک مرتبہ محرم کے موقع پر کسی مجتہد نے تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ'' :یزید کی ماں دس محرم کو روزہ رکھتی تھی اس لیے ہم لوگ دس محرم کو روزہ نہیں رکھتے''۔

تو آپ نے اس کے رد میں تقریر کی اور فرمایا کہ: ''یزید کی ماں پنج گانہ نماز بھی پڑھتی تھی، اس کو بھی چھوڑ دو، یزید کی ماں رمضان شریف کا روزہ بھی رکھتی تھی، اس لیے اب وہ بھی ترک کر دو، یہ بھی کوئی دلیل ہے؟ (ہم تو یہ کہتے ہیں) جب رسول پاک ﷺ اور آپ کی آل اطہار نے دس محرم کا روزہ پسند کیا اور رکھا تو اس لیے ہم رکھیں گے''۔

اس طریقے پر حافظ ملت اپنے مذہب پر کسی قسم کی کوئی چوٹ پسند نہیں کرتے، اس کا سیدھا برجستہ جواب دیا کرتے، لیکن ہر ایک کو منہ بھی نہیں لگایا کرتے۔ چناں چہ ایک ڈھولک باز قوال، جو پوری آن بان شان کے ساتھ لاؤڈ اسپیکر اور یہ وہ، سب لے کر گھومتا تھا، اپنا کرایہ، ساتھ والوں کا، اپنی تقریر کا، سب کا کرایہ وصول کرتا تھا، اس نے سنیوں کے خلاف تقریر کی۔

لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ: اس کا جواب دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو منہ لگانے کی ضرورت نہیں۔ ان کے بڑے بڑے مولوی کو ہم نے چت کر دیا، اب یہ جو کچھ بھی کہے گا، ان سے

زیادہ تو نہیں کہہ سکتا، بلکہ ان کے برابر بھی نہیں کہہ سکتا، اس لیے سنو! اس کا جواب دینے کے لیے اسی سطح کے کسی شخص کو بلاؤ۔ چناں چہ خود حضور ہی نے اپنی جماعت کے ایک مقرر جو بے پڑھے لکھے تھے، ان کے بارے مشورہ دیا کہ ان کو بلالو۔ وہ ایسے تھے کہ انہوں نے درجۂ اولیٰ کی بھی کتابیں نہیں پڑھی تھیں، کہا کہ ان کو بلا کر ان سے جواب دلواؤ۔ چناں چہ جیسے وہ بولا، ویسے ہی یہ بھی بولے، بس! اسی روز سے معاملہ ختم ہو گیا، اس وجہ سے میں حافظ ملت کو بڑا ہی دانش مند بھی مانتا ہوں۔

حافظ ملت کا جذبۂ تبلیغ دین:

حافظ ملت کے منصوبے دین اور علوم دین کے معاملے میں کتنے بلند تھے۔ الحمد للہ! یہ کسی اللہ کے ولی کی ہی شان ہے کہ وہ بڑھاپے میں جب کہ اسّی سال عمر ہو چکی تھی، مگر اس کے باوجود بھی درس و تدریس، رشد و ہدایت اور وعظ وغیرہ میں وہ کمی نہیں فرماتے اور اکیلے وہ کہاں کہاں چلے جاتے۔

اس زمانے میں ریزرویشن کا بھی کوئی خاص رواج نہ تھا، سکینڈ کلاس کے ڈبے میں بالکل ویسے ہی (بلا تکلف) بیٹھ جاتے۔ ایک بار کا واقعہ انہوں نے خود بیان کیا کہ کلکتے میں ایک ٹرین میں سوار ہوئے اور بنارس تک مکمل سفر کھڑے کھڑے کیا، اب ذرا سوچیں کہ بارہ تیرہ گھنٹے تک کھڑے ہو کر سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور پھر جب سٹھیاؤں اترے رات ہو چکی تھی، آپ مع اپنے ساز و سامان کے پیدل مبارک پور تک آ گئے، نہ دن کا کھانا نہ رات کا کھانا، کچھ بھی نہیں، محلّہ ''نوادہ'' (مبارک پور) میں تقریر کا وعدہ کیا تھا۔

سامان رکھنے گھر گئے تو گھر کا دروازہ بند تھا، تو ہم لوگوں کے کمرے میں سامان رکھا اور فرمایا: ایک آدمی لالٹین لو اور راستہ دکھاتے ہوئے مجھے نوادہ لے چلو، نوادہ پہنچے، نوادے والوں نے سمجھا کہ حضرت بہت دیر میں آرہے ہیں، کھانا وغیرہ کھا کر ہی آ رہے ہوں گے، اس لیے لے جا کر اسٹیج پر بٹھا دیا، حضرت نے تقریر کی، دو بجے رات کو گھر واپس آئے اور ویسے ہی سو گئے، صبح اٹھ کر تھوڑا ناشتہ کیا اور مدرسہ میں باقاعدہ درس و تدریس کے لیے بیٹھ گئے۔

(سٹھیاوں سے مدرسہ تقریباً 6 کلومیٹر اور مدرسہ سے محلّہ نوادہ 2 کلومیٹر۔ حیرت کا مقام ہے کہ بارہ گھنٹہ کھڑے ہو کر سفر کرنے کے بعد بھوکے پیاسے 8 کلومیٹر پیدل چلے اور پھر اگلے روز درس گاہ میں فیض بانٹنے بیٹھ گئے۔ یقیناً یہ واقعہ جہاں اس زمانے میں مدرسین کے لیے سبق آموز ہے، وہیں مقررین کے لیے بھی درس عبرت ہے)

مذکورہ واقعہ دوبارا جمال کے ساتھ حضرت نے بتایا، اور فرمایا کہ یہ ہے میری زندگی، لہٰذا میرے شاگردوں کو بھی اس طرح نقل اتارنی چاہیے، میں نے حضور صدر الشریعہ کو بھی اس طرح جد و جہد کرتے ہوئے دیکھا، اس لیے جس نے ان کی نقل اتاری وہ کامیاب ہوا، اور جو اس نقل کی نقل اتارے گا، وہ بھی کامیاب رہے گا۔

اپنے استاذ استاذ العلما حافظ الملۃ والدین کی کفش برداری زمانۂ طالب علمی میں دس سال تک اور زمانۂ تدریس میں کم سے کم تین سال تک کی ہے۔ حضور حافظ ملت کا کرم تھا کہ ہزاروں بڑے پر شکوہ شاگردوں کے آپ مطاع تھے، مقتدا تھے، محبوب تھے اور سب پر آپ حاکم تھے، مگر انہوں نے یہ کرم فرمایا کہ جب اپنے نائب کی تلاش کی طرف نظر اٹھائی تو اس ناچیز کو آپ نے منتخب فرمایا۔

حضور حافظ ملت کی حیات بابرکات میں بھی میں نے خدمت کی اور فیض حاصل کیا اور ان کی غلامی کا یہ اثر میں نے ہمیشہ پایا کہ جب کوئی بھی مشکل مسئلہ میرے سامنے آتا تو میں حافظ ملت کا تصور جما لیتا، ابھی دو تین منٹ بھی نہیں گزرتے کہ مسئلے کا حل ذہن میں رونما ہو جاتا اور اب بھی اللہ کا فضل و کرم ہے کہ حضور حافظ ملت مشکل اوقات میں میری دست گیری فرماتے ہیں۔

(اس مضمون کے مشمولات و مندرجات حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اطال اللہ عمرہ کی مختلف تقریروں سے جمع کیے گیے ہیں۔ بریکٹ میں جو باتیں ہیں، وہ مرتب کی طرف سے ہیں)

☆☆☆☆☆☆

پاسپورٹ، ویزا کے بدلتے قوانین اور زعفرانی سازشیں

تحریر: مولانا محمد زاہد المرکزی (کالپی شریف)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مرکز میں بی جے پی حکومت بننے کے بعد سے پاسپورٹ قوانین میں چھ سال میں پانچ بار تبدیلیاں ہوئی ہیں۔حکومت نے پاسپورٹ قوانین میں کافی نرمی دکھائی ہے۔وہیں ان تبدیلیوں سے کئی چیزیں بدل گئی ہیں، جیسے اب آپ کا پاسپورٹ رہائشی پتے کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکے گا، کیوں کہ دوسری جانب کا وہ صفحہ جہاں یہ ساری تفصیلات درج ہوتی تھیں ،اب سادہ رہے گا۔والدین میں سے کسی ایک کے نام ہی سے پاسپورٹ بن جائے گا ،دونوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔شادی شدہ جوڑے کو شادی کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہوگی۔اب پاسپورٹ پندرہ دن کی بجائے گیارہ روز اور فوری پاسپورٹ چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر مل جایے گا،وغیرہ وغیرہ۔

بھارتی پاسپورٹ: حکومت ہند کی جانب سے بھارتی شہریوں کو دیا جانے والا پاسپورٹ جس کے ذریعہ بھارتی شہری بیرون ہند کا سفر کر سکتے ہیں، نیز پاسپورٹس ایکٹ (1967ء) کے مطابق یہ پاسپورٹ بھارتی شہریت کا شناختی نامہ بھی ہے۔وزارت خارجہ کے تحت قائم محکمہ قونصلی پاسپورٹ اور ویزا (CPV) جو مرکزی پاسپورٹ تنظیم کے طور پر کام کرتا ہے، بھارتی شہریوں کے طلب کرنے پر انھیں پاسپورٹ فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔اندرون ملک پاسپورٹ کا اجرا 37: مقامات پر (چھوٹے بڑے کل 100 مقامات پر فی الحال پاسپورٹ جاری کئے جا رہے ہیں)، جب کہ بیرون ملک 162 بھارتی مشنز (ہائی کمیشن، سفارت خانے اور قونصل پوسٹس) کی جانب سے ہوتا ہے۔(وکی پیڈیا)

آن لائن پاسپورٹ کے لیے کہیں سے بھی درخواست دے سکتے ہیں۔عام پاسپورٹ کی فیس 1500 سے 2000 روپے ہے ،جب کہ فوری پاسپورٹ کی فیس 3500 سے 4000 روپے ہے-پاسپورٹ کی مدت دس سال ہے۔ مزید تفصیلات آپ وزارت خارجہ یا پاسپورٹ کی آفیشل ویب سائٹ پر جا کر حاصل کر سکتے ہیں۔

حکومت نے پاسپورٹ کے لیے نئے قوانین جاری کیے ہیں۔ وزیر مملکت نے نئے قوانین کا اعلان کیا ہے۔حکومت نے درخواست دہندگان کی سہولت کے پیش نظر کئی فیصلے کیے ہیں۔پاسپورٹ کے لیے انیکچرس کی تعداد بھی 15 سے کم کر کے 9 کر دی گئی ہے۔

پاسپورٹ کے نئے قوانین

پاسپورٹ ایکٹ 1980 کے موجودہ دفعات کے مطابق 26: جنوری 1989 کو یا پھر اس کے بعد پیدا ہونے والے درخواست دہندگان کو پیدائش کے ثبوت کے طور پر پیدائش کا سرٹیفکیٹ دینا لازمی ہوتا تھا،لیکن اب تاریخ پیدائش کے لیے ان میں سے کوئی ایک سرٹیفکیٹ دینا ہوگا:

(1) اسکول کی ٹی سی ۔(2) پین کارڈ پر درج تاریخ پیدائش.(3) آدھار کارڈ پر درج تاریخ پیدائش(4) ڈرائیونگ لائسنس(5) ووٹر شناختی کارڈ(6) انشورنس پالیسی پر درج تاریخ پیدائش کو بھی قابل قبول مانا جائے گا۔

اب پاسپورٹ کی درخواست میں والدین میں سے کسی ایک کا نام یا قانونی طور پر سرپرست کا نام دینا ہی کافی ہوگا۔اس نئی ترمیم

سے اب سنگل پیرنٹ بھی اپنے بچوں کے لیے پاسپورٹ کے لیے آسانی سے فارم جمع کرسکیں گے۔ وزارت خارجہ اور خواتین بہبود اطفال کی وزارت کے ارکان والی وزارتی کمیٹی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اکیلی ماں کے معاملہ میں باپ کے نام کا ذکر نہیں کیا جائے اور گود لیے بچے کو بھی منظوری دی جائے۔

شادی شدہ لوگوں کو اب شادی سرٹیفکیٹ یا انیکچر کے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یتیم بچے، جن کے پاس پیدائش کا سرٹیفکیٹ یا تاریخ پیدائش والی مارک شیٹ نہیں ہے، وہ اپنے یتیم خانہ یا انسٹی ٹیوٹ کے لیٹر پیڈ پر سربراہ کے دستخط کے ساتھ تاریخ پیدائش دے سکتے ہیں۔

حکومت نے سادھوؤں اور سنیاسیوں کے اس مطالبہ کو بھی قبول کرلیا ہے کہ ان کو ماں باپ کی بجائے اپنے گرو کا نام لکھنے کی اجازت دی جائے۔ سادھوؤں اور سنیاسیوں کو یہ سہولت فراہم کردی گئی ہے، لیکن انہیں کم از کم ایک سرکاری کاغذ جمع کرنا ہوگا۔

اب نئے پاسپورٹ میں دوسری طرف کا ورق سادہ رکھا جائے گا، یعنی اب والدین، پتہ، بیوی وغیرہ کی جانکاری والا ورق نہیں رہے گا، اور ایڈریس کے ثبوت کے لیے اب پاسپورٹ کا استعمال نہیں ہوسکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے این آر سی اور این پی آر میں پاسپورٹ کو بھارتی شہریت کے لیے لازمی قرار نہیں دیا ہے۔حکومت پہلے ہی اس چیز کو خارج کرچکی ہے۔

غیر شادی شدہ افراد بھی اب اپنے بچوں کا پاسپورٹ بنوا سکیں گے اور اس کے لیے والدین میں سے کسی ایک کا نام ہی درج کیا جائے گا۔ بھارت میں لیو ان ریلیشن شپ(live in relation ship) یعنی بغیر شادی مرد وعورت کے رہنے کے فیصلے کے بعد اس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جسے حکومت نے تبدیل کرلیا ہے۔

سازش اور سازشی

ان ساری تبدیلیوں میں بھاجپائی حکومت ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف رہی ہے، اور مسلمانوں کے خلاف جان بوجھ کر یہ سارے قوانین انہوں نے پاس کیے ہیں۔

15: دسمبر 2014 کو پاسپورٹ قانون 1950 میں بدلاؤ کیے اور اس میں یہ شامل کیا گیا کہ مسلمانوں کو لمبی مدت کا ویزا نہیں دیا جائے گا۔ وہیں حکومت کی جانب سے یہ بیان بھی آتا رہا ہے کہ مسلمان بھی آسکتے ہیں، حالاں کہ جب آپ قانون میں تبدیلی کرچکے ہیں کہ لمبی مدت کا ویزا نہیں دیا جائے گا تو مسلمان رہے گا کیسے؟ اور جب رہے گا ہی نہیں تو شہریت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

7: ستمبر 2015 میں پھر قانون میں تبدیلی ہوئی۔ اس بار تبدیلی یہ کی کہ ہندو، سکھ، جین، بدھ، پارسی، عیسائی بھارت میں بغیر پاسپورٹ کے بھی رہ سکتے ہیں، لیکن مسلم نہیں رہ سکتے۔

18: جولائی 2016 قانون ایک بار پھر تبدیل ہوا، اور افغانستان سے آنے والی اقلیت کو شامل کیا گیا کہ یہ بھی رہ سکتے ہیں، مسلم خارج کئے گئے۔

22: دسمبر 2016 کو بھی قانون پاس ہوا کہ بغیر پاسپورٹ کے پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان سے آنے والے اقلیتی طبقہ کے افراد یہاں رہ سکتے ہیں، خواہ ویزا کی مدت ختم ہوجائے۔

22: اکتوبر 2018 کو آخری تبدیلی ہوئی کہ لمبی مدت کا ویزا گیارہ سال تک کا دیا جائے گا، لیکن مسلمانوں کو یہاں بھی شامل نہیں کیا گیا اور پاسپورٹ کے قوانین میں کافی نرمی برتی گئی۔ وہ ساری تبدیلیاں مندرجہ بالا سطور میں درج ہیں، نیز متعینہ مدت سے زیادہ رہنے میں جو جرمانہ لگے گا، اس کے ریٹ طے ہوے، جن کو دیکھ کر آپ ان کی خباثت محسوس کرسکتے ہیں۔

اگر مذکورہ چھ قوموں کے لوگ ویزا کی مدت ختم ہونے کے بعد 1 0: سے 90: دن تک رہتے ہیں تو مذکورہ چھ قوموں کے افراد کو صرف انڈین 100: روپے دینے ہوں گے، جب کہ مسلمان کو 100: ڈالر یعنی تقریباً 8000 :(آٹھ ہزار) روپے ادا کرنے ہوں گے۔ (**بقیہ صفحہ 26 میں**) ہے

کووڈ ویکسین؟

مفتی حسان المصطفیٰ قادری۔ (گھوسی)

۱۷۹۸ء میں برطانوی سائنس داں ڈاکٹر ایڈورڈ جینر کی ایک تحقیق کے نتیجے میں ''ویکسین'' لفظ کا وجود ہوا۔ ویکسین اور ٹیکوں کی ایجاد سے قبل لاکھوں لوگ متعدی امراض اور مختلف وبائی بیماریوں میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوجاتے تھے۔ اسی زمانے میں چیچک بھی ایسا ہی متعدی مرض تھا، جو انتہائی تیزی کے ساتھ آبادیوں کو ویران کر دیتا تھا۔ اس مرض میں مبتلا تیس فیصد مریض ہلاک ہوجاتے تھے، اور جو بچ جاتے وہ پوری عمر نابینا ہوکر رہ جاتے تھے یا پھر ان کی جلد ہمیشہ کے لیے داغدار ہوکر رہ جاتی تھی۔

برطانوی ڈاکٹر ایڈورڈ جینر نے چیچک کے سلسلے میں اپنی تحقیق شروع کی، اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ دودھ نکالنے والی عورتیں ''کاؤ پاکس'' میں تو مبتلا ہوتی ہیں (کاؤ پاکس: یہ چیچک ہی کی طرح کا ایک متعدی مرض ہے، یہ مرض گائے کو ہوتا ہے، جس سے اس کا تھن متاثر ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے اسے کاؤ پاکس کہتے ہیں) مگر کبھی بھی وہ عورتیں ہلاکت خیز چیچک سے متاثر نہیں ہوتیں۔

ڈاکٹر ایڈورڈ نے اس سلسلے میں سب سے پہلے ایک آٹھ سالہ بچے جیمس فپس (۱۷۸۸ء۔۱۸۵۳ء) پر تجربہ کیا، جس میں وہ کامیاب رہا۔ ڈاکٹر نے تجربہ اس طرح کیا کہ سب سے پہلے گائے کے مرض ''کاؤ پاکس'' سے پیپ حاصل کی، پھر اس نے وہ پیپ جیمس فپس کے جسم میں داخل کر دی، جس کے نتیجے میں اس بچے کے اندر کاؤ پاکس کی کچھ علامات ظاہر ہوئیں، اور وہ اس مرض سے متاثر ہوگیا۔ جب جیمس اس مرض سے صحتیاب ہوگیا، تو ڈاکٹر نے اب اس کی جلد میں چیچک کا مواد داخل کیا، لیکن اس مرتبہ چیچک کے مواد نے اس پر کوئی اثر نہ ڈالا، وہ اس کے اثر سے بالکل محفوظ رہا۔

ڈاکٹر ایڈورڈ کے اس تجربے نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ کاؤ پاکس نے اس بچے کے اندر چیچک کے خلاف قوت مدافعت پیدا کر دی تھی۔ اسی تحقیق اور تجربے کی وجہ سے ''ویکسین'' کا لفظ وجود میں آیا، جو لاطینی لفظ ''واکا'' (vacca) سے ماخوذ ہے، جو کہ ''گائے'' کے معنی میں ہے۔

ویکسین کی تعریف: ویکسین ایسا مادہ جو خود وائرس یا جراثیم یا وائرس بنانے والی دیگر مصنوعات سے لیا جاتا ہے۔ وہ مادہ جب جسم میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ اس وائرس کے خلاف جسم کی قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ یعنی اب اگر وہ وائرس یا جراثیم جسم میں داخل ہو تو وہ کوئی بیماری پیدا نہیں کرسکتا کیوں کہ اسی سے بنائی گئی ویکسین اسی کے مقابلہ میں جسم میں قوت مدافعت پیدا کرچکی ہوتی ہے۔ (ویکیپڈیا)

کسی بھی ویکسین کے تیار ہونے کے بعد اسے متعدد مراحل و تجربات سے گذرنا ہوتا، ان تجربات کے بعد ہی سائنس داں اور ڈاکٹر زاسے انسانی جسم کے لیے محفوظ سمجھتے ہیں۔ آخری مرحلے میں انسانوں پر تجربہ کیا جاتا ہے، جس کے لیے بڑے پیمانے پر رضا کاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عمل میں نصف رضا کاروں کو ویکسین لگائی جاتی ہے اور باقی لوگوں کو سادہ محلول لگایا جاتا ہے۔ اور کسی رضا کار کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ کس کو اصل ویکسین لگائی گئی ہے، اور کس کو سادہ محلول لگایا گیا ہے۔ لیبارٹری نتائج آنے کے بعد ہی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

کورنا ویکسین اگرچہ بہت جلدی منظر عام پر آگئی، لیکن اس کی تیاری کے دوران کسی بھی تجربہ اور مرحلہ کو چھوڑا نہیں کیا گیا۔ بی بی سی نیوز کے مطابق ایک موقع پر کورونا ویکسین کے تجربہ میں شامل ہزاروں افراد میں سے ایک شخص کی موت واقع ہوگئی، جس کی وجہ سے تجربات روک دیے گئے اور یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ ہزاروں افراد میں سے اس ایک شخص کی موت کس وجہ سے واقع ہوئی؟ تحقیق

کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کی موت ویکسین کی وجہ سے نہیں ہوئی، بلکہ یہ ان افراد میں شامل تھا جسے ویکسین لگائی ہی نہیں گئی تھی، سادہ محلول لگایا گیا تھا۔تاہم کرونا ویکسین کی ایجاد کے بعد بھی آئے دن یہ خبر اخبار کی زینت بنی ہوتی ہے کہ ویکسین لگانے کے بعد اتنے افراد کی موت ہوگئی یا اتنے لوگ فلاں مرض میں مبتلا ہو گئے۔

سب سے پہلے کرونا ویکسین بنا لینے کا دعوی بہت سے ملکوں نے کیا، اور بعض ممالک اس پر سنجیدگی سے عمل بھی کرتے رہے، جس کے اچھے نتائج سامنے آئے۔ بھارت میں سب سے پہلے ویکسین بنانے کا دعویٰ پتنجلی کے بابا نے کیا، لیکن جب اس پر سوالات قائم ہونے لگے، تو پتنجلی بابا نے عام قوت مدافعت کی ٹکیا تھما کر کٹیا کی راہ لی۔جنوری کے پہلے ہفتے میں ہندستان میں دو طرح کی ویکسین ''کووی شیلڈ'' اور ''کوویکسین'' کے استعمال کی اجازت دے دی گئی۔کووی شیلڈ ویکسین یہ آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں بنی ہے، جس کا ٹرائل ہندوستانی کمپنی 'سیرم انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا' نے کیا۔ دونوں ملکوں میں یہ معاہدہ طے ہوا کہ آکسفورڈ کی ویکسین ہندوستان بنائے گا اور جتنی تعداد میں ویکسین تیار ہوگی، دونوں ملکوں کا نصف نصف حصہ ہوگا۔پہلی مرتبہ میں ہندستان نے پانچ سو کروڑ ویکسین تیار کر لی تھی، جس میں سے ڈھائی سو کروڑ آکسفورڈ کو بھیج بھی دیا گیا۔

''کوویکسین'' یہ ہندستان کی 'بھارت بایوٹیک' کمپنی نے تیار کیا ہے۔ یہ ویکسین بیک اپ کے طور پر ایمرجنسی حالت ہی میں استعمال کی جائے گی، جبکہ 'کووی شیلڈ' اہم ویکسین مانی گئی ہے، اس کا استعمال عمومی طور پر ہوگا۔

کووڈ ویکسین حلال ہے یا حرام: اس کا فیصلہ ہم اپنے اکابر فقہائے کرام پر چھوڑتے ہیں۔البتہ اس پر نہ صرف مسلمان بلکہ ہنود و یہود بھی سوال قائم کر رہے ہیں۔ یہود خنزیر کے اجزا کی شمولیت کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہیں، کیوں کہ یہودیوں کے نزدیک بھی خنزیر حرام ہے، جب کہ ہنود کو گائے کے خون نے مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ ادھر جماعت اسلامی ہند نے یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ کرونا ویکسین کے استعمال کی عام اجازت ہے اگر چہ اس میں خنزیر کے اجزا شامل ہوں۔ ہمارے بعض سنی علما نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔اور استدلال کے طور پر قرآن کریم کی حالت اضطرار والی مشہور آیت پیش فرما دی۔اس تعلق سے ہمیں اتنا پوچھنے دیا جائے کہ کیا واقعی کرونا ویکسین لگانے کے لیے ضرورت شرعیہ یا حالت اضطرار کا تحقق ہو چکا ہے۔خیر اس تعلق سے ہمارے اکابر کا فیصلہ حتمی ہوگا، البتہ مجوزین کے مدار جواز پر ہمارے کئی اشکالات ہیں، جس کا تشفی بخش جواب ملنا ہمیں مشکل نظر آتا ہے۔

ویکسین کے بارے میں جب تک تحقیق نہ ہو جائے اور بطریق شرعی یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس میں خنزیر یا اس کے اجزا شامل ہیں، تو اصل حکم کے مطابق اس کا استعمال جائز ہی ہوگا۔اس تعلق سے ویکسین بنانے والی کمپنیوں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ویکسین میں خنزیر کے اجزا شامل نہیں ہیں۔البتہ ویکسین کو ایک طویل مدت تک محفوظ رکھنے کے لیے اور آسانی کے ساتھ اس کی منتقلی کے لیے جیلٹن کا استعمال کیا جاتا ہے۔جیلٹن حرام ذرائع سے بھی لی جاتی ہے اور حلال ذرائع سے بھی۔حرام ذرائع میں خنزیر وغیرہ کے اجزا ہوتے ہیں۔بعض علما حرام ذرائع سے لی گئی جیلٹن کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے، اس لیے قلب ماہیت کی وجہ سے ویکسین کا استعمال جائز ہوگا۔شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سولہویں فقہی سیمینار میں جیلٹن آمیز دواؤں اور غذاؤں کا شرعی حکم واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔ بریلی شریف کے فیصلہ کے مطابق حرام ذرائع سے لی گئی جیلٹن پر انقلاب ماہیت کی تعریف صادق نہیں آتی لہٰذا اگر ویکسین کی جیلٹن کے بارے میں یہ یقین سے معلوم ہو جائے کہ اس کی جیلٹن خنزیر یا دیگر حرام ذرائع سے لی گئی ہے تو اس ویکسین کا استعمال بلا ضرورت شرعیہ حرام ہی ہوگا۔ورنہ باب اجازت کھولا ہے۔اس مسئلہ میں عوام اہل سنت کے لیے اکابر علمائے اہل سنت کی طرف رجوع ہی بہتر۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آر ایس ایس کے حقائق ومضمرات

از: مفتی سید شہباز اصدق چشتی (افریقہ)

آر ایس ایس (RSS) خود کو ملک محافظ اور عظیم وطن پرست تحریک بتاتی ہے، حالاں کہ بھارت کی تاریخ کا درپن جب اس کے سامنے لایا جاتا ہے تو ملکی تاریخ کے صاف وشفاف آئینے میں اس تنظیم کا چہرہ داغ دار نظر آتا ہے۔

جمہوریت کے شیشے میں ایک ایسا چہرہ دیکھنے کو ملتا ہے جو اپنے وجود کے دن سے ہی جمہوریت اور سکولرزم سے متنفر ہے، اور بھارت سے جمہوریت، قومی یکجہتی، مذہبی میل جول کو ختم کر کے ایک تاناشاہی نظام کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔

آر ایس ایس یعنی راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کا ہدف اور مقصد اصلی بھارت کی جمہوری خوبصورتی کو ختم کر اس کو ہندوراشٹر بنانا ہے۔ اس تنظیم کی رکنیت قبول کرتے وقت جو عہد کرتے ہیں، وہ ان کی جمہوریت سوز فکر کا واضح ثبوت ہے۔ عہد (کا ترجمہ) مندرجہ ذیل ہے:

قادر کل بھگوان اور اپنے آباواجداد کو یاد کر کے میں عہد کرتا ہوں کہ اپنے پاک ہندو مذہب، ہندوتہذیب اور ہندو معاشرے کی حفاظت کر کے ہندوراشٹر کی ہمہ گیر ترقی کے لیے ہی آر ایس ایس کا جز بنا ہوں۔ تنظیم کا کام میں معتبر بن کر بے غرضی اور عقل کے ساتھ تن من دھن سے کروں گا۔ (آر ایس ایس، شاکھا دریشکا، گیان گنگا جے پور 1997)

مذکورہ بالا عہد نامہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جمہوری ملک بھارت کو ہندوراشٹر بنانے کا خواب دیکھنے والی یہ تنظیم بھارت کے جمہوری نظام اور جمہویت سے کس قدر مسرور ہے، اور ان کا دل جمہوریت اور سیکولرزم کے لیے کتنا وسیع ہے۔ ہمارا ترانگا جھنڈا جو جمہوریت کی شان، سیکولرزم کا داعی اور قومی یکجہتی واتحاد کا علمبردار ہے۔ وہ بھلا آر ایس ایس کو کہاں پسند آئے اور اس کی عظمت اسے کیوں کر برداشت ہو۔

1947 میں جب ترنگے جھنڈے کو منتخب کیا گیا تو آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک ایم ایس گولوالکر (M.S.Golwalkar) نے انگریزی اخبار ''آرگنائزر'' میں تنقید کرتے ہوئے، بلکہ یوں کہیے کہ قومی جھنڈے کی عزت تار تار کرتے ہوئے لکھا:

جو لوگ قسمت کی چال سے حکمراں بن بیٹھے ہیں وہ بھلے ہی ہمارے ہاتھوں میں ترنگے کو تھمادیں، لیکن ہندو اسے نہ کبھی اپنائیں گے، اور نہ کبھی اس کی عزت کریں گے۔ تین کا ہندسہ اپنے آپ میں برا ہے، اور ایک ایسا جھنڈا جس میں تین رنگ ہوں، بے حد خراب نفسیاتی اثر ڈالے گا اور ملک کے لیے نقصان دہ ہوگا''۔ (آرگنائزر 14: اگست 1947 بحوالہ آر ایس ایس کو پہچانیں)

ملک کی آزادی کے حسین موقع پر جب پورا ملک لال قلعے پر ترنگے جھنڈے کو لہراتے دیکھنے کے لیے سراپا شوق بنا ہوا تھا۔ اس وقت یہ تنظیم ترنگے جھنڈے پر تنقید کر رہی تھی، اور اسے ایک برا انتخاب بتا کر اس کی تعظیم وتکریم سے دامن جھاڑ رہی تھی۔

اس کے باوجود دعوی یہ ہے کہ ہم ہی ملک کے محافظ اور وطن پرست ہیں۔

30: جنوری 1948 کو ایک متشدد ہندو قوم پرست گوڈسے نے بابائے قوم موہن داس کرم چند گاندھی کو قتل کر دیا اور گاندھی جی کے قتل کے چوتھے دن 4: فروری 1948 کو آر ایس ایس پر حکومت

کی جانب سے پابندی عائد کر دی گئی۔

وطن پرستی کی داعی تنظیم آر ایس ایس پر حکومت نے کیوں پابندی لگائی؟

سابق وزیر داخلہ سردار پٹیل کو آر ایس ایس کانگریس میں اپنا پسندیدہ لیڈر تسلیم کرتی تھی۔اس نے آر ایس ایس پر پابندی کی وجہ بیان کی:

''جہاں تک آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا کی بات ہے، گاندھی جی کے قتل کا معاملہ عدالت میں ہے اور مجھے اس میں ان دونوں تنظیموں کی حصہ داری کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے،لیکن ہمیں ملی رپورٹیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ ان دونوں تنظیموں خاص طور سے آر ایس ایس کی کاروائیوں کے نتیجے میں دیش میں ایسا ماحول بنا کہ ایسا بربر سانحہ ممکن ہوسکا۔میرے دماغ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندو مہا سبھا کا انتہا پسند حصہ سازش میں شامل تھا۔آر ایس ایس کی کاروائیاں سرکار اور ریاستی نظام کے وجود کے لیے صاف طور پر خطرناک تھیں۔ہمیں ملی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ پابندی کے باوجود وہ کاروائیاں بند نہیں ہوئی ہیں۔دراصل وقت گزرنے کے ساتھ آر ایس ایس کا حلقہ زیادہ انتہا پسند ہو رہا ہے اور تباہ کن کاروائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے''۔(آر ایس ایس کو پہچانیں)

آر ایس ایس پر حکومتی پابندی کے حکم نامہ کے درج ذیل اقتباس میں پابندی کے متعدد اسباب کا ذکر ہے:

''سنگھ کے رضا کار ناجائز کام بھی کرتے رہیں ہیں۔ملک کے مختلف حصوں میں اس کے کارکن انفرادی طور پر آگ زنی،لوٹ مار،ڈاکے،قتل اور پوشیدہ طور پر اسلحہ گولا اور بارود یکجا کرنے جیسی پر تشدد کاروائیاں کر رہے ہیں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ پرچے بھی بانٹتے ہیں جن سے عوام کو دہشت گردانہ راہوں کا سہارا لینے،بندوقیں جمع کرنے اور حکومت کے بارے میں انتشار پھیلا کر فوج اور پولس میں بغاوت کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے''۔(سمگر درشن بحوالہ آر ایس ایس کو پہچانیں)

خود کو محبّ وطن، وطن پرست اور محافظ وطن ہونے کا دعویٰ کرنے والی تنظیم کے ایسے ایسے سیاہ کارنامے ہیں،جن سے وطن کی پاکیزہ مٹی شرمسار ہوتی ہے۔ایسے میں ضروری ہے کہ ملک عزیز کے تمام افراد کے سامنے ان کے اصلی چہرے کو بے نقاب کیا جائے،اوران سے بھارت کو جو خطرے لاحق ہیں،ان سے روشناس کرایا جائے،تاکہ ملک عزیز کی جمہوریت اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب خطرے میں نہ آئے۔

آر ایس ایس کے بارے میں ایشیا ایکسپریس کی 25: دسمبر 2019 کی ایک رپورٹ یہ ہے:''علاقہ سلاؤ میں ورلڈ ہیومن رائٹس واچ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔جس میں کہا گیا کہ بھارت کی انتہا پسند ہندو تنظیم راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) نے برطانیہ میں منعقدہ حالیہ انتخابات میں منفی کردار ادا کیا جو برطانیہ کی روایات اور قوانین کے خلاف ہے۔اس موقع پر ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں شرکا نے آر ایس ایس کو دہشت گرد قرار دینے اور برطانیہ میں اس پر پابندی عائد کرنے کے لیے مہم چلانے کا اعلان کیا گیا''۔

ورلڈ ہیومن رائٹس واچ کے چیرمین نذر لودھی نے آر ایس ایس کی وجہ سے پوری دنیا کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ آر ایس ایس ہندوتوا نظریہ پر یقین رکھتا ہے،اور اسی نظریہ کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔انہوں نے اعلان کیا کہ ہر سال 27: ستمبر کو پورے برطانیہ اور یوروپ میں آر ایس ایس کے قیام کے لیے یوم سیاہ منائیں گے۔انہوں نے کہا کہ آر ایس ایس نہ صرف مسلمانوں، عیسائیوں،سکھوں، دلتوں اور دیگر اقلیتوں کے لیے خطرناک ہے ،بلکہ عالمی امن اوا استحکام کے لیے بھی ایک خطرہ ہے۔

☆☆☆

قومی مسائل | قسط پانزدہم

کیا بھارت ماضی کی تاریخ دہرائے گا؟

طارق انور مصباحی
{tariqueanwer313@gmail.com}

سناتن دھرم (ویدک دھرم) کا آغاز اور شودروں کو دھرم سے باہر رکھنا

بھارت کی اصل باشندہ دراوڈ قوم ہے۔دراوڈ قوم نے بھارت میں قریباً چھ ہزار سال تک حکومت کی ہے۔دراوڈ ایک مہذب قوم تھی۔ آرین قوم 1500:قبل مسیح میں بھارت آئی تھی آریوں نے دراوڈ قوم کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لی،اور دراوڑ قوم کو شودر اور غلام قرار دیا۔اسی عہد میں وید لکھی گئی۔وید چار ہیں۔رگ وید،سام وید،یجروید،اتھر وید۔یہ سب کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں۔سناتن دھرم کو برہمنوں نے ہی ترتیب دیا تھا۔اسی کو ویدک دھرم بھی کہا جاتا ہے۔چاروں وید آریوں کے تحریر کردہ ہیں۔بھارت میں آریوں کی آمد سے قبل یہاں ویدک دھرم نہیں تھا۔نہ ہی سنسکرت زبان تھی۔سنسکرت زبان بھی آریوں کی زبان ہے۔

جب سے سناتن دھرم یعنی ویدک دھرم کا آغاز ہوا،اسی وقت سے برہمنوں نے شودروں کو ادھرمی (لامذہب) قرار دیا،اسی لیے شودروں کو مندر میں داخل ہونے کی اجازت آج تک نہیں۔وہ ویدک دھرم کی کوئی بات سن بھی نہیں سکتے تھے۔نہ ان کو ویدک دھرم کے مندروں میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ان کو مندروں کا چڑھاوا بھی کھانے کی اجازت نہیں تھی۔

موجودہ صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند اور اس کی اہلیہ سویتا کووند 18:مارچ 2018 پوری (اڑیسہ) کے مشہور مندر جگن ناتھ مندر کے درشن کو گئے۔برہمنوں نے دلت ہونے کے سبب دونوں کو مندر جانے سے روکا اور صدر جمہوریہ کی اہلیہ کو دھکے دیا۔صدر جمہوریہ کے دفتر سے 20:مارچ 2018 کو پوری کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (DM) کو خط لکھ کر اس کی بیوی کے ساتھ بدسلوکی کی اطلاع دی گئی۔

دراویڈین سلطنت پر قبضہ کے بعد آریوں نے مول نواسیوں (بھارت کے اصل باشندگان) کو شودر (غلام) اور ادھرمی (لامذہب) قرار دیا،اور قریباً تین ہزار سال تک مول نواسیوں پر ظلم وستم ڈھایا،حالاں کہ وہ بھی بت پرست تھے۔شودر اقوام کو آج تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:(1)ایس ٹی (ST)(2)ایس سی (SC)(3)اور بیک ورڈ طبقہ (Backward Class)۔

بیک ورڈ طبقہ کے تین مشہور گروپ ہیں: (1)اپر بیک ورڈ کلاس (Upper Backward Class)(2)موسٹ بیک ورڈ کلاس (Most Backword Class)(3)دیگر بیک ورڈ کلاس (Other Backward Class-OBC)۔

آریوں سے شکست کے بعد شودروں کا ایک بڑا طبقہ جنگلوں کی طرف بھاگ گیا۔یہ لوگ آدی واسی (ST) ہیں۔آبادی میں رہنے والوں شودروں میں سے جن لوگوں نے آریوں کی غلامی قبول کی،ان کو چھوت (Touchable) قرار دیا گیا۔یہ لوگ بیک ورڈ (پچھڑا ورگ) ہیں۔آبادی میں رہنے والے جن شودروں نے غلامی قبول نہیں کی،ان کو اچھوت (Untouchable) قرار دیا گیا۔یہ لوگ ایس

سی (SC) ہیں۔

برہمنوں نے ویدک عہد ہی میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے واسطے رفتہ رفتہ شودروں کو چھ ہزار سے زائد ذاتوں میں تقسیم کردیا، تاکہ مول نواسی قوم متحد ہوکر آرین حکومت کے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ایس سی کو سترہ سو تین (1703)،ایس ٹی کو آٹھ سو ایک (801)اوراوبی سی کو تین ہزار سات سو تینتالیس (3743)ذاتوں میں تقسیم کیا۔آریوں نے دراوڑ قوم کو ہزار سے زائد ذاتوں میں تقسیم کردیا ،تاکہ یہ لوگ متحد نہ ہوسکیں اور ہماری حکومت برقرار رہے۔پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو(Divide & Rule) کی سیاست انگریزوں نے برہمنوں سے سیکھ کر اپنائی تھی۔انگریزوں نے بھارتیوں کو دو گروپ یعنی ہندو مسلمان میں تقسیم کردیا۔

انگریزوں کے بعد برہمنوں نے بھارت پر قبضہ کرلیا۔ایک بھارتی دستور ہے، جسے بھارت کی مجلس دستور ساز(Constituent Assembly) نے تیار کیا تھا۔ایک برہمنوں کا خود ساختہ قدیم دستور ہے، جسے منوسمرتی کہا جاتا ہے۔دستور ہند نے منوسمرتی پر لگام لگادی ،اسی لیے 26: جنوری 1950 کو نفاذ دستور کے وقت آر ایس ایس نے دستور ہند کو تسلیم نہیں کیا تھا اور منوسمرتی کو بھارتی دستور قرار دینے کی سفارش کی تھی۔بھاجپائی حکومت خفیہ طور پر منوسمرتی کے نفاذ کی سازش کررہی ہے۔برطانوی عہد میں عائلی امور میں پرسنل لا کے طور پر ہندو قوم کے لیے منوسمرتی نافذ تھی، جیسے قوم مسلم کے لیے قرآنی احکام نافذ تھے۔

سناتن دھرم میں برہمنوں نے اپنی تعظیم وتکریم کے لیے ذات پات کا نظام رائج کردیا تھا اور خود کو بھگوان کا درجہ دیا۔برہمنوں نے دوجنم کا نظریہ ایجاد کیا۔آریائی قوم دوسرے جنم میں ہے اور شودر پہلے جنم میں۔آریائی اقوام کو معزز ومکرم اور ملک کی اصل باشندہ اقوام کو شودر کا نام دے کر ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا۔جین مذہب اور بدھ مذہب نے اس انسانیت سوز خیال کی تردید کی۔ان دونوں مذاہب نے رامائن اور وید کو الہامی کتاب بھی تسلیم نہ کیا۔ان دونوں مذاہب کے بانیان چھتری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

رماشنکر ترپاٹھی نے لکھا:’’ایک عرصہ تک عام خیال یہ رہا کہ جین مت، بدھ مت کی ایک شاخ ہے، یا اس کے برعکس بدھ مت جین مت کی ایک شاخ ہے۔اگرچہ دونوں مذہبوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں، لیکن کسی ایک کا دوسرے کی شاخ ہونے کا تصور اب بالکل فرسودہ ہوگیا ہے۔دونوں ویدوں پر ایمان نہیں رکھتے ،رسموں کی افادیت کے دونوں منکر ہیں۔پرماتما کے سوال کو دونوں نے نظر انداز کیا ہے۔پیدائش کی بنیاد پر امتیازات کی دونوں نے مذمت کی ہے‘‘۔(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۳۱-قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، دہلی)

رماشنکر ترپاٹھی نے لکھا کہ مہاویر اور گوتم بدھ دونوں چھتری تھے۔گوتم بدھ سے متعلق ترپاٹھی نے لکھا:’’بدھ کے بانی بھی ایک ممتاز چھتری تھے۔ان کا گھریلو نام گوتم تھا‘‘۔(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۲۸-اردو کونسل دہلی)

مہاویر سے متعلق آر ایس ترپاٹھی نے لکھا:’’ان کے باپ سدھارتھ چھتریوں کے گیا منترک نامی گروہ کے سردار تھے‘‘۔

(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۲۶-اردو کونسل دہلی)

جب ۱۵۰۰ ق م میں آریہ قوم بھارت آئی تو ایک مدت بعد بھارت کی مقامی حکومتوں پر قابض ہوگئی اور ملک کو’’منوادراشٹر‘‘(برہمن راشٹر) بنادیا۔550 قبل مسیح تا 600 قبل مسیح شودروں کے نند خاندان کی حکومت مگدھ میں قائم ہوئی ،جس نے منوواد کو اکھاڑ پھینکا۔برہمنوں نے اس کے خلاف ایک سازش تکشلا (پاکستانی پنجاب) میں رچی ،اور اس حکومت کو ختم کرنے کے واسطے نند خاندان کے ایک باغی فرد چندر گپت موریا (۳۴۰ ق م-۲۹۸ ق م) کا انتخاب کرکے اسے قوت دی، اور نند سلطنت کو شکست دے کر موریہ حکومت قائم کی گئی ،اور پھر

بھارت برہمن راشٹر بن گیا۔ چندر گپت کو فتح دلانے میں اس کے برہمن وزیر چانکیہ کا اہم کردار تھا۔ چندر گپت کے پوتے اشوک سمراٹ نے بدھ دھرم اختیار لیا اور بھارت بدھ راشٹر بن گیا۔ موریہ سلطنت بھارت کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ اس نے تمام بھارتی علاقوں کو اپنے اندر شامل کر لیا تھا۔ اس سلطنت کا خاتمہ ۱۸۵ ق م میں ہوا۔ موریہ سلطنت کے بعد مغلیہ سلطنت کے عہد میں بھارت کا رقبہ وسیع ہوا۔

منوواد کے خلاف مہاویر (۵۹۹ ق م-۵۲۷ ق م) نے جین مذہب اور کچھ مدت بعد گوتم بدھ (۴۸۰ ق م-۴۰۰ ق م) نے بدھ دھرم کی بنیاد رکھی۔ بدھ مذہب کو تعجب خیز حد تک فروغ ملا۔ اسی عہد میں بھارت میں موریہ خاندان کا مہاراجا ''اشوک'' (۳۰۴ ق م-۲۳۲ ق م) بدھ مذہب قبول کر چکا تھا، اسے دیکھ کر بھارتی راجاؤں اور حکمرانوں نے بھی بدھ مذہب قبول کر لیا اور بھارت ''بدھ راشٹر'' بن گیا۔ اشوک نے چین، جاپان، لنکا، مصر، شام، یونان و دیگر ملکوں میں بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے مبلغین کو بھیجا۔ بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے کتابیں بھی لکھوائی۔ اب ملک میں ''سناتن دھرم'' (ہندو دھرم) کا زور ختم ہو چکا تھا۔ اشوک کا دارالسلطنت پاٹلی پتر (پٹنہ) تھا۔

اشوک سمراٹ کے بعد رفتہ رفتہ بھارت میں طوائف الملو کی پھیلتی گئی، اور مختلف علاقوں کے راجاؤں نے خود مختاری اختیار کر لی۔ برہمنوں نے بدھ مذہب کے اثرات کو زائل کرنا شروع کیا۔ موریہ خاندان کے آخری راجا ''برہ درتھ'' (Brihadratha) کو اس کے برہمن سپہ سالار پشیا متر شنگ (Pushya Mitra Shung) نے قتل کر کے مرکزی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اب شنگ حکومت قائم ہوئی۔ اس نے بدھسٹوں پر بہت ظلم کیا، اور برہمن واد کو فروغ دیا۔ بودھوں پر اس کا ظلم وستم تاریخوں میں مشہور ہے۔

طوائف الملو کی کے ایک مدت بعد مگدھ میں گپت خاندان کی حکومت ہوئی۔ پاٹلی پتر (پٹنہ) دار السلطنت تھا۔ گپت خاندان کی حکومت ۳۲۱ء سے ۵۵۰ء تک قائم رہی۔ اس خاندان کا مشہور راجہ چندر گپت وکرماجیت (۳۷۵ء-۴۱۴ء) ہے۔ یہ خاندان سناتن دھرمی تھا۔ اب دوبارہ ملک میں سناتن دھرم کو فروغ ملنے لگا، اور بھارت پھر ''برہمن راشٹر'' بن گیا۔ گپت خاندان کی حکومت ختم ہونے کے بعد پھر طوائف الملو کی کا دور آیا۔ اس کے بعد ہرش وردھن (۵۹۰ء-۶۴۸ء) بھارت کا بڑا طاقتور راجا ہوا، جس نے بھارت کے اکثر حصوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کا دار الحکومت قنوج تھا۔ ۶۳۰ء میں ہرش وردھن نے بدھ مذہب اختیار کر لیا اور ملک دوبارہ بدھ راشٹر بن گیا۔ ہرش وردھن کی موت کے بعد طوائف الملو کی پھیل گئی۔ ہرش وردھن کی فوج میں زیادہ تر آرین قوم کے لوگ تھے۔ ہرش وردھن کے بعد جب بدنظمی پھیلی تو ان لوگوں نے مختلف علاقوں میں اپنی خومختار حکومت قائم کر لی۔ یہی لوگ راجپوت کہلائے۔

جب مسلم حکمرانوں نے بھارت پر حملہ کیا تو یہاں کوئی منظّم حکومت نہیں تھی، بلکہ بہت سے راجے، مہاراجے مختلف علاقوں پر قابض تھے۔ چوں کہ ان میں اکثر راجے، مہاراجے آرین قوم کے لوگ تھے، اس لیے اس وقت برہمنوں کا عروج تھا اور برہمن واد کو فروغ مل رہا تھا۔ سال ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا اور سندھ پر قبضہ کر لیا، پھر افغانستان کے مسلم حکمرانوں نے بھارت پر قبضہ کر لیا اور برہمن واد حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا، پھر انگریز آ گئے، اور آزادی کے بعد دستور ہند آ گیا۔ اب بھارت کو ہندو راشٹر بنانے کے لیے اس دستور کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اس کی خفیہ کوشش جاری ہے۔

عہد ماضی میں لفظ ''ہندو'' استعمال نہیں ہوتا تھا۔ انگریزوں کے عہد سے سناتن دھرم کو ہندو دھرم اور منوواد راشٹر (برہمن راشٹر) کی جگہ ہندو راشٹر کا لفظ استعمال ہونے گا۔ آریوں نے بھارت میں آنے کے کچھ دنوں بعد اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ اس طرح بھارت پہلی بار برہمن راشٹر بنا۔ نند خاندان کی حکومت نے برہمن راشٹر کو ختم کیا۔ موریا سلطنت کے ابتدائی عہد میں پھر بھارت برہمن راشٹر بن گیا۔ اسی خاندان

کے اشوک سمراٹ نے ملک کو بدھ راشٹر بنا دیا۔اس کے بعد گپت خاندان کی حکومت کے عہد میں بھارت برہمن راشٹر بن گیا۔اس کے بعد ہرش وردھن نے بھارت کو بدھ راشٹر بنا دیا۔اس کے بعد ملک میں طوائف الملو کی رائج ہوگئی، پھر بھارت میں مسلمانوں کی آمد ہوگئی۔

اس طرح تین عہد یعنی آریائی حکومت (ویدک عہد)،موریا حکومت (ابتدائی عہد) اور گپت حکومت میں بھارت برہمن راشٹر تھا۔نند خاندان کے عہد حکومت میں برہمنوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔موریہ سلطنت (سمراٹ اشوک اور مابعد) اور ہرش وردھن کے عہد حکومت میں بھارت بدھ راشٹر تھا۔طوائف الملو کی کے عہد میں برہمنوں کا جہاں زور چلا، وہاں منوواد کو فروغ دیا اور شودروں پر ظلم وستم ڈھایا۔اب شودروں کی جگہ مسلم قوم پر شودروں کے ذریعہ ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے۔اس کے بعد شودروں کا نمبر آئے گا۔برہمنی نظام میں اپنے دشمنوں کو باہمی جنگ میں مبتلا کر کے ختم کرنے کی روایت بہت قدیم ہے۔بھارتی مسلمانوں کی اکثریت بھارت کی مول نواسی قوموں سے تعلق رکھتی ہے۔تمام بھارتی مسلمان باہر سے نہیں آئے ہیں۔آج سے آٹھ سو سال قبل حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۳۷ھ-۶۳۲ھ) کے دست اقدس پر نوے ہزار بھارتی داخل اسلام ہوئے۔آج ان کی اولاد کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔دیگر اولیائے کرام کے ہاتھوں پر بھی بے شمار بھارتی اسلام قبول کیے۔عربی قبائل کے کچھ لوگ بھارت آئے۔اکھنڈ بھارت میں افغانستان، بھوٹان، سری لنکا و برما لینڈ وغیرہ شامل ہیں۔افغانستان سے آنے والے غزنوی، غوری، تغلق، لودھی، مغل، پٹھان وغیرہ سلاطین وعوام سب بھارتی ہیں۔ان کو غیر ملکی کہنا غلط ہے۔

موریہ سلطنت کا خاتمہ اور پشیامتر برہمن کا قبضہ

پشیامتر شنگ جس نے آخری موریہ بادشاہ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔یہ برہمن تھا۔اس نے اجودھیا کو دارالحکومت بنایا۔اس عہد میں اجودھیا کو ساکیت کہا جاتا تھا۔اس نے بدھسٹوں کا جینا حرام کر دیا۔بودھوں پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

چوں کہ اس کی حکومت پورے بھارت میں نہیں تھی، اسی لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے عہد میں بھارت ہندو راشٹر تھا، لیکن اس کے ظلم وستم کے دردناک واقعات تاریخوں میں محفوظ ہیں۔برہمنی نظام میں ذات پات کے نظام کے سبب شودر اقوام بودھ مذہب اختیار کر لیتی تھیں۔جس طرح یہودی قوم غیر یہودیوں کو انسانیت کا درجہ نہیں دیتی اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتی ہے، وہی حال برہمن قوم کا ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ برہمن یہودیوں کا گم شدہ قبیلہ ہے۔آج جو سلوک مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے، ویسا سلوک بودھوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

رما شنکر تر پاٹھی نے لکھا:''دو باداں کی شہادت کے مطابق پشیامتر نے بدھ پر مظالم کیے۔ساکل کا وہ مشہور اعلان اسی سے منسوب ہے۔کہتے ہیں کہ پشیامتر نے ہر بدھ بھکشو کے سر پر سو طلائی دینار کا انعام مقرر کر رکھا تھا۔تارا ناتھ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ پشیامتر بد اعتقاد لوگوں کا دشمن تھا۔اس نے خود بہت سی خانقاہیں جلوا ڈالیں اور بھکشوؤں کو قتل کیا۔اس میں شک نہیں کہ پشیامتر برہمن مت کا بڑا گرم جوش حامی تھا''۔(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۲۱۸۔قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو: دہلی)

آر ایس ترپاٹھی نے لکھا:''موریا سلطنت کی قبر پر فاتحہ پڑھنے والا لازمی طور پر یہ سوال کرنے لگا کہ اشوک کے بعد موریہ راج کا شیرازہ اتنے جلد کیوں بکھر گیا؟ مہا مہوپاڈھیہ ایچ پی شاستری کا خیال ہے کہ اشوک کی پالیسی کے خلاف برہمنوں کا ردعمل اس کا واحد سبب تھا۔برہمنوں نے اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ اشوک نے قربانیوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔اخلاقی نگرانی کے لیے دھم مہامات مقرر کر دیئے تھے۔انصاف اور سزاؤں کے معاملہ میں مساوی برتاؤ کا طریقہ رائج کر دیا تھا۔اس سے وہ محض اس لیے بیزار تھے کہ ان کی انفرادیت اور تشخص پر کاری ضرب لگی تھی، اور اب تک جو مراعات انھیں حاصل تھیں، ان سے وہ محروم ہو گئے تھے۔

اشوک کے یہ تمام ضابطے ہوسکتا ہے کہ برہمنوں کی ناراضگی کا باعث ہوئے ہوں اور یہ بات بھی معنی خیز ہے کہ موریہ خاندان کے آخری تاجدار کو ایک برہمن سپہ سالار نے دھوکے سے قتل کر دیا''۔(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۲۱۸۔قومی کونسل برائے فروغ اردو: دہلی)

توضیح: اشوک سمراٹ نے بدھ مذہب اختیار کرلیا تھا،اس لیے ملک سے برہمنی نظام کوختم کر دیا اور مساوات کا قانون نافذ ہوا۔ برہمن قوم چتور ورنا سسٹم کی قائل تھی۔شودروں کو جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا تھا۔منوسمرتی میں ہرذات کے لیے سزائیں الگ مقرر تھیں۔ برہمنوں کے لیے بڑے جرائم پر بھی بہت آسان سزائیں تھیں۔ بدھ نظام کے سبب برہمنوں کا تشخص ختم ہوگیا،اور مساوات قائم ہوگئی۔اسی سبب سے برہمن اشوک کے خلاف ہوگئے۔اسلام سے برہمنوں کی عداوت ودشمنی کا اصل سبب بھی اسلام کا نظام مساوات ہے۔

قربانی(دیوتاؤں کے لیے یگیہ) کو اشوک نے بند کر دیا۔دیوتاؤں کے لیے قربانی کا کام برہمن کرتے تھے۔یہی ان کا روزگار تھا۔ اب برہمنوں کا روزگار ختم ہوگیا،اس واسطے برہمنوں کا باغی ہونا فطری امر تھا۔ برہمن قوم اشوک اور اس کے جانشینوں کے پیچھے لگی رہی، یہاں تک کہ اس کے آخری جانشیں برہ درتھ کو اس کے برہمن سپہ سالار پشیا متر شنگ نے قتل کر کے برہمنوں کی حکومت قائم کر لی۔اس کے بعد بودھوں کا قتل عام شروع ہوا۔اشوک شودر قوم سے تھا۔ بدھ زیادہ تر شودر تھے۔اشوک اور مغلیہ سلطنت کے عہد میں بھارت کا رقبہ وسیع تھا۔

رام کے وجود پر تاریخ خاموش ہے۔ برہمن قوم کہتی ہے کہ یہ ہزاروں سال پہلے اجودھیا کا راجہ اور راجہ دسرتھ کا بیٹا تھا۔سوال یہ ہے کہ آرین قوم 1500: قبل مسیح میں بھارت آئی،اور آرین قوم کسی غیر آرین کو انسان نہیں قرار دیتی ہے تو وہ کسی غیر آرین کو بھگوان کیسے مان سکتی ہے۔بعض محققین کا خیال ہے کہ برہمن قوم نے اسی پشیا متر شنگ کو رام کا نام دے دیا ہے۔اجودھیا(ساکیت) میں اسی کی حکمرانی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجہ دسرتھ چھتری تھا،اور شہزادہ رام ایک برہمن کی دعا سے پیدا ہوا۔سوال ہے کہ برہمن، چھتری اور ویشیہ آرین نسل کے لوگ ہیں۔ ہزاروں سال قبل جب بھارت میں آرین قوم موجود ہی نہیں تھی تو چھتری و برہمن کا بھارت میں وجود کیسے ہوگیا؟

بھارتی تاریخ بھی محفوظ نہیں۔انگریزوں کی لکھی ہوئی انڈین ہسٹری اور اسی طرح کانگریسیوں کی رقم کردہ تواریخ ہند مکمل قابل اعتماد نہیں۔اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔انگریزوں کی تحریروں میں ہندو مسلم کا اتحاد توڑنے کی کوشش نظر آتی ہے اور کانگریسیوں کی تواریخ میں مسلم سلاطین اور مسلم قوم کو بدنام کرنے، برہمنوں کے جرائم کو چھپانے اور برہمن واد کو فروغ دینے کی سازش نظر آتی ہے۔بھگوائیوں کی تاریخیں تو انتہائی قابل اعتماد ہیں،اور کذب وافترا پر مبنی ہیں۔کانگریس،کمیونسٹ اور بعض دیگر برہمنی جماعتوں نے سافٹ ہندتو (Soft Hindutva) کو اپنایا اور برہموسماج،آریہ سماج، ہندومہاسبھا،آر ایس ایس،جن سنگھ،بھاجپا وغیرہ نے ہارڈ ہندتو (Hard Hindutva) تو کو اختیار کیا۔

ہندو راشٹر بنانے بابر کو دعوت

برہمنوں نے بھارت کی مسلم بادشاہتوں کو نیست ونابود کرنے کے واسطے ہمیشہ اندرون خانہ سازشیں کی ہیں۔لودھی سلطنت کو ختم کرنے کے واسطے چتوڑ کے راجپوت راجہ رانا سنگا نے بابر کو بلایا۔رانا سنگا نے بابر کو یقین دلایا کہ بھارت کا ہر راجپوت بچہ بابر کے ساتھ ہوگا۔ برہمنوں کا خیال تھا کہ بابر لودھی سلطنت کو نیست ونابود کر کے واپس چلا جائے گا اور بھارت پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا،لیکن بابر نے لودھی سلطنت کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔اب رانا سنگا بابر سے مایوس ہوگیا اور اس کے مقابلہ پر اتر آیا۔رانا سنگا نے تمام راجپوت راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔رانا سنگا اور بابر کی فوج میں سیکری کے پاس مقابلہ ہوا۔رانا سنگا شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا ۹۳۳ھ مطابق ۱۵۲۶ء میں یہ جنگ ہوئی تھی۔اس کے بعد بابر نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے مختلف جنگیں کیں اور مغلیہ سلطنت قوی ومضبوط ہوگئی۔

لودھی حکومت کی طرح مغلیہ سلطنت کوختم کرنے کے واسطے برہمنوں ننے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ برہمنوں کا خیال تھا کہ جب انگریز بھارت چھوڑ کر جائیں گے تو یہاں کی حکومت ہمارے سپرد کر کے جائیں گے۔اسی مقصد کے تحت 1885 میں برہمنوں نے کانگریس پارٹی قائم کی۔ برہمنوں نے انگریزوں سے حکومت کا مطالبہ کیا تو انگریزوں نے جواب دیا کہ ہم نے یہ حکومت مسلمانوں سے لی تھی اور جب مسلمان تعلیم پا کر حکومت کے لائق ہو جائیں گے تو ہم ان کو حکومت سپرد کر دیں گے۔ یہاں بھی برہمنوں کو ناکامی ہاتھ آئی۔

اس کے بعد برہمنوں نے مسلمانوں کو کثیر تعداد میں کانگریس سے جوڑنا شروع کر دیا، تاکہ مسلمان انفرادی طور پر حکومت کا مطالبہ نہ کر سکیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر انگریزوں نے جانے سے پہلے ہی ملک میں جمہوری حکومت بنانے کا فیصلہ کیا اور حکومتی ممبر کے انتخاب کے لیے ہر ایک شہری کو ووٹ کا حق دیا۔ یہ دیکھ کر برہمنوں کا ہوش اڑ گیا، اور برہمنوں نے شودروں کو ہندو بنانا شروع کر دیا۔1923 میں شدھی تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کو بھی ہندو بنانے کی تحریک شروع کی۔اہل سنت وجماعت کے علماومشائخ نے جہد مسلسل کے ذریعہ اس فتنے کوختم کیا۔

برطانوی حکومت میں انڈیا کے مملکتی سکریٹری: جان مارلے (John Morley) (۱۸۳۸ء-۱۹۲۳ء) نے 20: جولائی 1906 کو عوامی ہاؤس (House of Commons) میں اپنی بجٹ تقریر میں اشارہ دیا کہ حکومت کچھ اصلاحات کرنا چاہتی ہے اور انڈین لیجسلیٹو کونسل (Indian Legislative Council) میں اہل ہند کے نمائندوں کو شریک کرنا چاہتی ہے۔

چوں کہ برطانیہ کے طرز پر بھارت میں بھی نمائندوں کا انتخاب براہ راست ووٹنگ کے ذریعہ ہونا تھا، اور مسلمانوں کی تعداد کم اور برہمن قوم چالباز اور سیاست پر قابض تھی، اس لیے سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم (۱۸۷۷ء-۱۹۵۷ء) کی قیادت میں 35: مسلم ممتاز لیڈروں کا وفد گورنر جنرل آف انڈیا منٹو دوم (Minto II) (۱۸۴۵ء-۱۹۱۴ء) کو شملہ (ہماچل پردیش) میں 01: اکتوبر 1906 کو میمورنڈم پیش کیا اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب (Separate Electorate) کا مطالبہ کیا، جو منظور ہوا۔اس کے بعد 30: دسمبر 1906 کو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں مسلمانوں نے ایک سیاسی پارٹی ”آل انڈیا مسلم لیگ“ قائم کی، تاکہ قوم مسلم کی سیاسی نمائندگی کی جائے۔

برہمنوں کو خوف ہوا کہ کہیں دیگر مذاہب کے لوگ بھی اسی طرح جداگانہ انتخاب کی منظوری کرالیں تو ہم سناتن دھرمیوں کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ سناتن دھرمی صرف آرین لوگ تھے، جو قلیل التعداد تھے۔اب برہمنوں نے محض اپنا ووٹ بڑھانے اور اپنے نمائندوں کو کامیاب کرنے کے واسطے مسلمانوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر سناتن دھرمیوں، جینیوں، بودھوں، سکھوں، آدی واسیوں اور شودروں کو ہندو بنا دیا، اور 1909 میں پنجاب ہندو سبھا اور 1915 میں آل انڈیا ہندو مہاسبھا قائم کیا۔ برہمنوں نے 1885 میں کانگریس پارٹی کا قیام کیا تھا، لیکن یہ مشترکہ پلیٹ فارم اور سافٹ ہندتو پر عمل پیرا تھی۔ برہمنی نظام میں تمام شودر ناپاک ہیں۔ ووٹ کے لیے شودروں کو سیاسی ہندو بنا دیا گیا۔

شودر مذہبی ہندو نہیں۔آج بھی برہمنی نظام میں شودروں کو ادھرمی (لامذہب) تسلیم کیا جاتا ہے، اور سیاسی طور پر ان کو ہندو کہا جاتا ہے۔ڈاکٹر امبیڈکر نے برہمنوں کی اس چال کو سمجھا اور لندن کی پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس 1930 & 1931 میں شودروں کے لیے جداگانہ انتخاب کی وکالت کی۔ دوسری گول میز کانفرنس 1931 میں گاندھی جی نے اس کی مخالفت کی، لیکن برطانیہ نے 17: اگست 1932 کو جداگانہ انتخاب منظوری دے دی۔ گاندھی جی نے مرن برت رکھ کر امبیڈکر کو مشترکہ انتخاب (Joint Electorate) پر مجبور کر دیا اور دلتوں اور آدی واسیوں کے لیے 24: ستمبر 1932 کو ریزرویشن کا معاہدہ کیا۔اس کو پونہ پیکٹ (Poona Pact) کہا جاتا ہے۔

1857 کی پہلی جنگ آزادی میں بھی برہمنوں نے سلطنت مغلیہ کے خاتمے کے لیے انگریزوں کا سپورٹ کیا تھا اور مجاہدین کی مخبری

کی تھی۔ برہمنوں نے سلطنت مغلیہ کو کمزور ہوتی دیکھ کر ایک تحریک ''برہموسماج'' 1828 میں قائم کی، پھر مزید دیگر آرین اقوام کو شامل کرنے کے لیے 1875 میں ''آریہ سماج'' کا قیام ہوا۔ سیاسی اثر ورسوخ حاصل کرنے کے واسطے 1885 میں کانگریس پارٹی بنائی، پھر ووٹ کے واسطے شودروں کو بھی ہندو بنانے کے لیے 1909 میں ''ہندومہاسبھا'' کی تشکیل ہوئی۔ 1925 میں آر ایس ایس کی تشکیل ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ برہمن ازم (Brahmanism) کے فروغ کے لیے کیا گیا۔ آج بھی تمام مذہبی ہندو تنظیموں میں برہمنوں کو عروج حاصل ہے، خواہ آر ایس ایس ہو یا وی ایچ پی، بلکہ سیاسی پارٹیوں کا حال بھی یہی ہے، خواہ بی جے پی ہو یا شیوسینا۔ چوں کہ آج بھی ہندؤں کے یہاں چھوت چھات (Untouchability) کا قانون جاری ہے اور یہ ختم ہونے والا نہیں ہے، اس لیے دو تین عشرہ قبل سے ہی مول نواسیوں کی متعدد سیاسی پارٹیاں وجود میں آچکی ہیں۔ بیداری مہم کے لیے مول نواسیوں کی بہت سی تحریکیں ہیں۔

برہمن راشٹر کا نام ہندوراشٹر

سی اے اے (CAA) کے ذریعہ بھاجپا نے بنگلہ دیش و پاکستان وافغان کو یہ نظریہ پیش کیا کہ ہم تمہارے ملکوں کے غیر مسلموں کو بھارت کی شہریت دیتے ہیں، تم اپنے مسلم بھائیوں کو اپنے ملک لے جاؤ، تاکہ بھارت کے شودروں کو ہم اپنا غلام بنا سکیں اور منوسمرتی کا نفاذ کیا جاسکے، پھر بھارت میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو دوسرے درجہ کا شہری قرار دے کر ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے گا اور یہ واضح ہوتا رہے گا کہ بھارت ہندوراشٹر ہے، اسی لیے آر ایس ایس سرسنگھ چالک کہتا ہے کہ مسلمانوں کے بغیر ہندوراشٹر کا خواب ادھورا ہے۔

ہر محاذ پر امتیازی سلوک کا آغاز ہو چکا ہے۔ بزور قوت بابری مسجد کا انہدام اور پھر وہ زمین مجرموں کو سپرد کرنا، غیر مسلموں کے پر تشدد مظاہروں کے سامنے حکومت کا جھک جانا اور امن وشانتی کے ساتھ مظاہرہ کرنے والے مسلمانوں کو گولیوں سے ہلاک کر دینا، مسلمانوں کو جئے شری رام کہنے پر مجبور کرنا، اور نہ کہنے پر ہلاک کرنا، دیگر ممالک کے غیر مسلموں کو سی اے اے کے ذریعہ شہریت دینا اور بھارت کے مسلمانوں کو این آر سی کے ذریعہ شہریت سے محروم کرنا، تمام حکومتی شعبہ جات میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا، عدلیہ کی خموشی وغیرہ۔

بھاجپا ملک کو ہندوراشٹر بنانا چاہتی ہے اور وہ بھارت کی بجائے ''ہندوستان'' کے لفظ کو فروغ دے کر ہندوراشٹر کا تصوراتی خاکہ تیار کر رہی ہے۔ بھارتی دستور میں ملک کا نام ہندوستان نہیں، بلکہ انڈیا اور بھارت ہے، لہٰذا بھارت ہی کہا جائے۔ دستور کا پہلا جملہ ہے:

(1) India, that is Bharat, shall be a Union of States.

(The Constitution of India page.2)

آسام این آر سی کی حقیقت

آسام میں تین/ چار لاکھ غیر مسلم بنگلہ دیشی ہیں جن کے پاس رفیوجی کارڈ ہیں۔ یہ لوگ قیام بنگلہ دیش کے وقت سیاسی ہنگامہ آرائی کے سبب 1971 میں بھارت آگئے تھے۔ ان کے علاوہ ڈاکومنٹس میں غلطی کے سبب کئی لاکھ بھارتی مسلمان اور ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی ﴿NRC﴾ میں پھنس گئے، یا پھنسا دیئے گئے۔ اگر ملک بھر میں این آر سی ہو تو نہ جانے کئی کروڑ بھارتی غیر بھارتی قرار پائیں گے۔

مسلمانوں کو باہر نکالنے اور مول نواسیوں کا حق ووٹ ختم کرنے کی سازش

بھارت سے مسلمانوں کو نکالنے اور مول نواسی اقوام یعنی ایس سی (SC)، ایس ٹی (ST) اور او بی سی (OBC) کے ووٹ کا حق ختم کرنے کی سازش 1906 سے شروع ہو چکی تھی۔ حالیہ دنوں میں این پی آر، این آر سی اور سی اے اے اسی سازش کی جدید شکل ہے۔

برہمنوں کے تین گروپ اور تین نظریات

بھارت کی آزادی کی امید مضبوط ہوتی جارہی تھی، ساتھ ہی ساتھ برہمنوں کے درمیان مسلمانوں کے تعلق سے تین نظریات تیزی سے پھیلتے جارہے تھے۔ کانگریس کا نظریہ تھا کہ مسلمانوں کو بھارت میں رہنے دیا جائے، لیکن ان کو اہم اختیارات نہ دیئے جائیں۔ نہرو رپورٹ اگست: 1928 میں قوم مسلم کے حقوق کو کانگریس نے تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بعد مسٹر جناح نے 28: مارچ 1929 کو دہلی میں مسلم لیگ کے اجلاس میں چودہ نکات پیش کیے، اور مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ کیا۔ کانگریس نے ان مطالبات کو مسترد کردیا۔ نہرو رپورٹ اور مسلم لیگ کے نکات کے عدم تسلیم نے مسلمانوں سے متعلق کانگریس کے عزائم کو بالکل واضح کردیا، اور کانگریس سے مسلمانوں کا اعتماد ختم ہوتا چلا گیا۔

کانگریس نے آزادی کے بعد بھی کسی مسلم لیڈر کو کوئی اہم سیاسی عہدہ نہیں دیا۔ کانگریس نے صرف اپنے سیکولر امیج اور مسلم ووٹ بینک کو محفوظ رکھنے کے لیے مسلمانوں کو کچھ ذیلی عہدے دیئے۔ کانگریس نے ہمیشہ سے ملک کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا نظریہ پیش کیا، تاکہ امن وسکون کے ساتھ بھارت پر برہمنوں کا قبضہ برقرار رہے۔ کانگریس نے ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی مخالفت کی، کیوں کہ بھارت میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد تھے اور ملک کو ہندو راشٹر بنانے پر ملک بھر میں امن وسکون غارت ہوجاتا اور ملک پر برہمنوں کا کنٹرول ایک خواب بن کر رہ جاتا، نیز دیگر مذاہب کے لوگ کثیر تعداد میں تھے، ایسے میں کسی مذہب کی بالادستی کو دیگر مذاہب کے لوگ ہرگز قبول نہیں کرسکتے تھے۔

برہمنوں کا دوسرا طبقہ جس کا مرکز فکر ہندو مہا سبھا اور آر ایس ایس تھا، اس طبقے کا نظریہ تھا کہ بھارت کو ہندو راشٹر بنایا جائے، اور بھارت سے مسلمانوں کو نکال دیا جائے۔ 1930 سے 1940 تک متشدد برہمنوں نے اسپین کے حالات کا مطالعہ کیا کہ کس طرح وہاں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹایا گیا۔ ادھر مسلم قائدین بھی برہمنوں کے نظریات کا غائرانہ مطالعہ کررہے تھے۔ انجام کار 1940 میں مسلم لیگ نے مسٹر محمد علی جناح (۱۸۷۶ء-۱۹۴۸ء) کی قیادت میں قوم مسلم کے لیے ایک الگ ملک پاکستان کا مطالبہ کردیا۔ یہ مطالبہ ایک دھمکی کی طرح تھا، لیکن ایک طرف کانگریس مسلمانوں کو حکومت میں مضبوط حصہ داری دینے سے انکار کرتی رہی، دوسری طرف انگریز ہندو مسلم اختلاف کو ہوا دیتے رہے، اور ملک کی تقسیم کی تائید کرتے رہے۔ انجام کار یہ دھمکی ایک حقیقت کا روپ دھار گئی، اور ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔

برہمنوں کا تیسرا طبقہ بھارت کو ہندو راشٹر بنانے کا قائل تھا، لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ بھارت میں مسلمان کثیر تعداد میں ہیں، اس لیے ان تمام کو ملک سے باہر نکالنا یا ان تمام کو ہلاک کرنا ایک مشکل امر ہے، اس لیے اس طبقے نے ملک کی تقسیم کا نظریہ پیش کیا۔ اسی مقصد کے پیش نظر ملک کی تقسیم کا نظریہ سب سے پہلے ایک پنجابی برہمن بھائی پرمانند نے پیش کیا، پھر اسی نظریہ کو لالہ لاجپت رائے نے اختیار کیا۔

شودروں کو ووٹ سے الگ رکھنے کی سازش، پھر ان کو ہندو بنانا

مورلی منٹو ریفارمس 1909 کی مخالفت میں ساورکر کے بڑے بھائی گنیش (Ganesh) نے بھارت میں ایک انقلابی فوجی گروپ تشکیل دی۔ برطانوی پولیس نے اس سازش میں ساورکر کے بھی ملوث ہونے کی بات کہی۔ ساورکر پر مقدمہ چلا اور پچاس سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ مورلی منٹو ریفارم 1909 کی مخالفت اس لیے کی جارہی تھی کہ اس میں بھارت کے تمام لوگوں کو ووٹ کا حق دیا گیا تھا، اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کی منظوری کو قانونی شکل دیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے 1906 میں برطانوی حکومت سے جداگانہ انتخاب کی گزارش کی تھی۔ جب کہ برہمن لوگ چاہتے تھے کہ اقتدار پر صرف ان کا قبضہ رہے۔ وہ انتخاب کے قائل نہیں تھے۔

مارلے منٹو ایکٹ: سال ۱۹۰۹ء

ایکٹ 1909 جسے ''Morley-Minto Reforms1909'' کہا جاتا ہے۔اس ایکٹ میں انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابی حلقہ کی منظوری (Acceptance of Separate Electorate for the Muslims) دی تھی۔ جس کی زبانی طور پر منظوری 1906 میں دی گئی تھی۔اس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلم امیدوار (Candidates) ہوں گے،اور مسلم سیٹ کے لیے صرف مسلمان ووٹ دیں گے،تاکہ حکومت میں قوم مسلم کی بھی نمائندگی ہوسکے۔اب تک آرین قوم اس خیال میں تھی کہ چوں کہ ہم لوگ تعلیم یافتہ ہیں،اس لیے انگریز ہمیں حکومت سپرد کرکے جائیں گے،لیکن یہاں تین باتیں برہمنوں کے لیے تلخ تھیں:

(۱) حکومت سپرد کرنے کی بجائے ووٹ کے ذریعہ نمائندوں کا انتخاب (۲) ہر ایک شہری کو ووٹ کا اختیار (۳) مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب۔ بھارت کے برہمنوں کے لیے ایکٹ 1909 سخت اذیت رساں تھا۔برہمنوں نے خوب واویلا مچایا،لیکن برطانوی حکومت اپنے فیصلہ پر اٹل رہی۔اب برہمن قوم بھارت کے تمام بت پرستوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی اکثریت ظاہر کرنے کی کوشش میں لگ گئی،حالاں کہ برہمن قوم دلتوں اور شودروں کو وہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔وہ انہیں اپنے مندروں میں بھی داخل ہونے نہیں دیتے تھے۔ہزاروں سال تک شودروں کو وہ حیوانوں کی طرح زندگی جینے پر مجبور کر چکے تھے۔اب حالات کے تقاضوں کے تحت برہمنوں نے نئی چال چلی۔اب برہمن واد کو فروغ دینے کے لیے ''ہندو'' کا لفظ استعمال کرنے لگے،تاکہ غیر برہمن بت پرست بھی ان کے ساتھ ہوجائیں۔

ہندومہاسبھا اور آر ایس ایس کا آغاز اسی ایکٹ کے سبب ہوا۔دراصل آرین قوم،ملک کو ہندو راشٹر بنانا چاہتی تھی۔اس ایکٹ نے اس خواب کو چکناچور کردیا اور حکومتی معاملات میں قوم مسلم کو بھی حصہ دار بنادیا گیا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ ایک جمہوری ملک ہوگا،ہندو راشٹر نہیں۔

ہندومہاسبھا کا قیام:سال ۱۹۰۹ء

برٹش گورنمنٹ کے ایکٹ: 1909 کو دیکھ کر 1909 میں لالہ لاجپت رائے،لال چند اور شادی لال نے پنجاب میں ہندومہاسبھا' کی تشکیل کی۔یہ تینوں آریہ سماج کے لیڈر تھے۔پنجاب ہندومہاسبھا نے امبالہ (Ambala) کے سالانہ اجلاس میں 8: دسمبر 1913 کو آل انڈیا (Akhil Bharatiya) ہندومہاسبھا قائم کرنے کا ریزولیوشن (Resolution) پاس کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ 1915 میں ہری دوار (Haridwar) کے کمبھ میلہ (Kumbh Mela) میں سارے بھارت سے ہندو لیڈروں کو مدعو کیا جائے۔آل انڈیا ہندومہاسبھا کے قیام کے لیے 13: فروری 1915 کو ہری دوار میں،17: فروری 1915 کو لکھنو میں اور 27: فروری 1915 کو دہلی میں تیاری کے اجلاس (Preparatory Sessions) ہوئے۔ان تمام تیاریوں کے بعد اپریل 1915 میں ہری دوار کے کمبھ میلا میں ''آل انڈیا ہندومہاسبھا'' (Akhil Bharatiya Hindu Maha Sabha) کا قیام ہوا۔

اس کا قیام ہندو مذہب میں یکجہتی (Solidarity) اور سماجی اصلاح (Social Reform) کے مقصد سے ہوا۔کانفرنس کے صدر منندر چندر ننذی (Manindra Chandra Nandy) نے فیصلہ کیا کہ ہندومہاسبھا برطانوی حکومت کی وفادار (Loyal) رہے گی۔سال 1920 سے ہندومہاسبھا میں ساورکر کے اثرات داخل ہونے شروع ہوگئے،حالاں کہ ابھی وہ جیل ہی میں تھا۔ہندومہاسبھا نے آزادی ہند کی تحریک (Indian Freedom Movement) میں حصہ نہیں لیا،کیوں کہ یہ برطانوی حکومت کی وفادار تھی۔

بھارتیوں کا اتحاد اور یہودی سازش

05: جولائی 1919 کو بمبئی میں آل انڈیا خلافت کمیٹی قائم ہوئی۔دسمبر 1919 میں امرتسر میں کانگریس،خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ کا

مشترکہ اجلاس ہوا۔گاندھی جی نے اس اجلاس میں ہندو مسلم اتحاد پرزور پر دیا۔گاندھی جی نے ستمبر 1020 سے تحریک عدم تعاون شروع کیا جوفروری 1922 تک جاری رہی۔گاندھی جی نے تحریک خلافت کواس میں شرکت کرنے کہا۔اس تحریک کی سربراہی کانگریس کررہی تھی۔

اس موقع پر بھارت میں ہندو مسلم اتحاد کا زبردست نمونہ دیکھنے کوملا۔اسی اتحاد کے ضمن میں مسلم قائدین سے ایسی غلطیاں بھی صادر ہوئیں ،جو خلاف اسلام تھیں،حالاں کہ اتحاد محض سیاسی امور تک محدود ہونا چاہئے۔تحریک عدم تعاون (Non-cooperation Movement) کے سبب بہت سے لیڈر گرفتار کیے گئے۔کانگریس اورتحریک خلافت کامشترکہ پلیٹ فارم اور ہندو مسلم اتحاد قائم ہو چکا تھا، اورملک بھر میں احتجاجی ماحول تھا۔بہت سے لیڈر جیل میں ڈالے گئے،لیکن بھارتیوں کا جوش وخروش اپنے عروج پر تھا۔اسی موقع پر کانگریس خلافت اتحاد نے حصول آزادی اورحکومتی شعبہ جات میں بھارتیوں کومضبوط حصہ دلانے کے واسطے’’کانگریس =خلافت سوراجیہ پارٹی 1922 میں بنائی۔بھارت کی دو بڑی قوموں کا اتحاد برطانوی حکومت کے لیےایک بڑا خطرہ تھا۔

برطانوی حکومت بھارت کے مذکورہ حالات سے غافل نہیں تھی۔حکومت انگلینڈ نے 1921 میں برطانیہ کے مشہوراور چالاک یہودی لیڈر مسٹر ریڈنگ (Mr.Reading) کو بھارت کا وائسرائے بنا کر بھیجا۔یہ 1921 سے 1925 تک بھارت کا وائسرائے رہا۔ریڈنگ نے پانچ سال میں بھارت کوایسا بنا دیا کہ شاید کئی صدیوں تک یہاں امن وامان قائم نہ ہو۔گاندھی جی،سوامی شردھانند(۱۸۵۶ء-۱۹۲۶ء)، کانگریسی لیڈر ڈاکٹر مونجے (۱۸۷۲ء-۱۹۴۸ء) ودیگر سیاسی قائدین تحریک عدم تعاون کے سبب جیل میں تھے۔

مسٹر ریڈنگ وائسرائے آف انڈیا نے 1922 میں سوامی شردھانند اور ڈاکٹر بی ایس مونجے کواپنے پاس بلایا۔ان تینوں میں کچھ بات چیت ہوئی،جو آج تک صیغہ راز میں ہے۔وقت سے قبل ہی ان دونوں کوجیل سے رہا کر دیا گیا۔جیل سے نکلتے ہوئے شردھانند اور مونجے نے بھارتی مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کیا۔اس کے لیے 1923 میں شدھی تحریک بنائی،اورڈاکٹر بی ایس مونجے نے اسی سال پنڈت مدن موہن مالویہ(۱۸۶۱ء-۱۹۴۶ء) رکن آریہ سماج، بانی ممبر ہندومہاسبھاو ہندو سنگٹھن ،سابق صدر کانگریس وبانی ہندو یونیورسٹی (بنارس) کے ساتھ مل کر ہندو سنگٹھن بنایا،اور ہندؤں کومسلمانوں کے خلاف ورغلانا شروع کیا۔سنگٹھن کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ جومسلمان ہندو مذہب قبول نہ کرے،اسے قتل کردیا جائے۔یہ کیفیت دیکھ کر ہندو مسلم اتحاد ٹوٹ گیا اور جا بجا فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوگئے۔

بھارت میں پہلی مرتبہ یہودی اور برہمن اتحاد نے ایسی سازش رچی کہ اس کے اثرات صدیوں تک باقی رہیں گے۔پنڈت شردھانند نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق زہرافشانی کا بازارگرم کردیا،اور دونوں قوموں کے درمیان نفرت وعداوت بڑھتی گئی۔شدھی تحریک کے دوران ہی شردھانند کے گھر (نیا بازار، دہلی) میں داخل ہوکر عبدالرشید نامی ایک شخص نے 23: دسمبر 1926 کو اسے ہلاک کردیا۔

ڈاکٹر مونجے 1927 سے 1937 تک ہندومہاسبھا کا صدر رہا۔اس کے بعد ساورکر 1937 سے 1943 تک ہندومہاسبھا کا صدر ہوا۔1937 میں ڈاکٹر مونجے نے ناسک میں بھونسلہ ملٹری اسکول قائم کیا۔اس میں ہندؤں کوہتھیار چلانے کی تربیت دی جاتی تھی۔آر ایس ایس نے ہندؤں کوہتھیار چلانے کی تربیت کا نظریہ ڈاکٹر مونجے سے حاصل کیا۔آر ایس ایس نے ساورکر اور مونجے کے نظریات کواپنایا۔

جب ڈاکٹر امبیڈکر نے ہندو دھرم چھوڑنے کا ارادہ کیا تو مونجے اور ساورکر نے امبیڈکر کو کہا کہ ابراہیمی مذہب یعنی اسلام،عیسائیت ویہودیت کے علاوہ کوئی بھی بھارتی مذہب وہ اختیار کرلے۔امبیڈکر نے پہلے سکھ ازم کا ارادہ کیا، پھر 1956 میں بدھ ازم کواختیار کرلیا۔

دیش بھکت آخر جاسوسی کیوں کررہے ہیں؟

از قلم: محمد اکرم علی برکاتی (باگی، جالون)

اس دورِ صدآشوب کی سرکار پہ لعنت — ہر ننگِ وطن شاہ کے دربار پہ لعنت

سن دیس بھگت نعرۂ دم مست قلندر — اس دھرتی کے ہر قاتل وغدار پہ لعنت

گزشتہ ایک دہائی میں جس قدر جاسوسی کے معاملات سامنے آئے ہیں وہ قابل تشویش ہیں۔تعجب تو یہ ہے اسی دہائی میں وطن پرستی کا نعرہ جس قدر عام ہوا،اور جس طرح بلند آواز سے لگایا گیا ہے،اس سے زیادہ تیزی سے غداروں کے معاملے سامنے آئے ہیں جو جاسوسی کے الزم میں گرفتار کیے گئے ہیں۔یہ جاسوسی اگر عام لوگ کریں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ پیسے کے لالچ میں ایسا کررہے ہیں،لیکن یہاں تو ایٹمک انجینئر،فضائیہ،بحریہ،بری فوج کے جوان تک شامل ہیں جن میں تقریباً سبھی ہندو ہیں،ایسا کیوں ہے؟

جواب یہ ہے کہ حکومت نے اور خفیہ ایجنسیوں نے ساری توجہ مسلمانوں پر مرکوز رکھی ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ دیش کا غدار مسلمان ہی ہو سکتا ہے،کوئی ہندو نہیں،جیسا کہ حکومتی عملہ مختلف جگہوں پر ہوئے بلاسٹ میں یکطرفہ کارروائی کرتا رہا اور حملے ہندو تنظیموں کے افراد کرتے رہے۔اسی طرح ابھی بھی یہی معاملہ ہے۔ہندو نوجوانوں پر نظر رکھنے کا ہی نتیجہ ہے کہ دیش کی اہم،نہایت خفیہ مسائل کی جانکاری برابر لیک ہوتی رہی،اب نہ جانے کیا کیا جانکاری انھوں نے دشمن کو دی ہے اور کتنا نقصان کیا ہے،اوران کے تار کہاں تک پھیلے ہیں،خدا ہی جانے، لیکن سوال وہی ہے کہ کیا اس طرح دیش کوئی بڑا مقام حاصل کرسکتا ہے؟اگر اس طرح کی صورت حال سے بچنا ہے تو خفیہ ادارے اور حکومت کو اتنے سنگین معاملات ظاہر ہونے کے بعد اپنا قبلہ درست کرلینا چاہئے،ورنہ نقصان ایسا بھی ہوسکتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

جاسوسی کے الزام میں گرفتار کئے گئے ملزمین کی ایک نا تمام فہرست مندرجہ ذیل ہے:

20:مئی 2018-ترپن سالہ بھارتی سفارتکار مادھوری گپتا اسلام آباد میں بھارت کے ہائی کمیشن میں سیکنڈ سکریٹری کے عہدے پر مامور تھی۔اس کو سارک کے سربراہ اجلاس میں مدد کے بہانے دلی بلایا گیا،اور اسے دلی میں اس کی رہائش گاہ سے گرفتار کیا گیا۔بھارتی خفیہ سروس کے اہلکاروں نے مادھوری گپتا سے پوچھ تاچھ کی۔اس کے خلاف سرکاری رازداری کے قانون کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔وزارت خارجہ کے ترجمان وشنو پرکاش نے ایک مختصر بیان میں کہا:''اسلام آباد میں واقع بھارت کے ہائی کمیشن میں تعینات ایک افسر، پاکستان کی خفیہ سروس کو اطلاعات فراہم کررہی تھی۔مادھوری گپتا غیر شادی شدہ ہے اور اسلام آباد میں واقع بھارتی ہائی کمیشن میں وہ انفارمیشن اور پریس کے شعبے سے وابستہ رہی ہے۔اس کا تعلق انڈین فارن سروس سے ہے اور وہ اسلام آباد کے علاوہ کوالالمپور میں بھی کام کرچکی ہے۔(بی بی سی)

10:فروری 2017-آئی ایس ائی کے لیے جاسوسی کے الزام میں 11 افراد بشمول ایک بی جے پی کارپوریٹر گرفتار

مدھیہ پردیش سے اینٹی ٹررسٹ اسکوڈ (اے ٹی ایس) نے ایک بڑے گروہ کا پردہ فاش کرتے ہوئے مبینہ طور پر آئی ایس ائی کے لیے

جاسوسی کرتے ہوئے اورفوجی سرگرمیوں کی اطلاعات فراہم کرتے پائے گئے۔ان میں سے ایک اس وقت برسراقتدار بی جے پی کارپوریٹر کا رشتہ دار بھی شامل تھا۔مدھیہ پردیش اے ٹی ایس چیف سنجیو سوامی نے میڈیا کو بتایا کہ’’دولوگوں کو نومبر 2016 میں جموں سے گرفتار کیا گیا، جنھوں نے جاسوسی کے متعلق کئی خلاصے کیے۔انھیں کی نشاندہی پر یہ ریکٹ پکڑ میں آیا۔ان سب کو "ستنا" کے ساکن ایک شخص سے فنڈز فراہم کیے جارہے تھے۔گوالیار سے پانچ، بھوپال سے تین، دوجبل پور اور ایک ستنا سے تھا،جنھیں گرفتار کرلیا گیا ہے‘‘۔

انڈیا ٹوڈے کی رپورٹ کے مطابق کانگریس چیف ارون یادو نے کہا کہ’’گرفتار شدگان میں سے ایک جیتندر، وارڈ 58 کی موجودہ کارپوریٹر کےشوہر وندنہ ستیش یادو کا بھائی ہے،اور یونین منسٹر نریندر تومراور مدھیہ پردیش کے وزیر مایا سنگھ کا قریبی بھی ہے‘‘۔

سوامی کے مطابق ملزمین انٹرنٹ فون کالس کو سیلولرنٹ ورک میں تبدیل کرتے ہوئے بیرونی ممالک میں رہنے والے لوگوں کا بھارت میں رابطہ قائم کرنے کا کام کررہے تھے۔سوامی کے مطابق’’ہم نے گیارہ لوگوں کے پاس سے سینکڑوں سیم کارڈس ضبط کیے ہیں، جو مدھیہ پردیش مختلف ٹاؤن میں علیٰ حدہ ٹیلی فون اکسینج چلانے کا کام کررہے تھے۔ٹیلی کام ملزمین کے رول کا بھی اس میں جائزہ لیا جارہا ہے اور آنے والے وقت میں مزید گرفتاریاں ممکن ہیں‘‘۔

جنوری میں اتر پردیش اے ٹی ایس نے اسی طرح کا اکسینج چلانے والے گیارہ افراد کو گرفتار کیا تھا۔دہلی کے مہرولی کے ساکن گلشن سین کو بھی اتر پردیش اے ٹی ایس نے گرفتار کیا تھا،جس کا مطلب دونوں ریاستوں کے گروہ کے درمیان میں تعلقات میں یکسانیت تھی۔

30: دسمبر 2015 - دلیش کی راجدھانی میں پولیس کے مطابق بھارتی فضائیہ کے ایک اہلکار کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔

دہلی پولیس کی جانب سے جاری کردہ بیان کے مطابق فضائیہ کے لیڈنگ ایئر کرافٹس مین رنجیت کے کے کو ریاست پنجاب کے شہر بھٹنڈا سے حراست میں لیا گیا۔رنجیت کے کے نے بھارتی فضائیہ میں 2010 میں شمولیت اختیار کی تھی اور وہ بھٹنڈا ایئر فورس سٹیشن پر تعینات تھا۔پولیس کا کہنا ہے کہ یہ امر سامنے آیا ہے کہ لڑکیوں کے نام اور تصاویر والے اکاؤنٹس کے ذریعے دفاعی اہلکاروں کے ساتھ دوستی کے بعد انھیں جاسوسی کے جال میں پھنسایا گیا۔پولیس کے مطابق رنجیت سے دامنی میکناٹ نامی ایک خاتون کے ذریعے رابطہ کیا گیا،جس نے خود کو برطانیہ میں قائم ایک میڈیا کے ادارے سے اپنا تعلق ظاہر کیا اور ان سے مالی معاونت کے بدلے فضائیہ کے بارے میں معلومات طلب کیں۔ رنجیت کا انٹرویو بھی کیا گیا اور اس سے کہا گیا کہ یہ معلومات شائع کی جائیں گی اور اس کے بدلے میں اسے مالی فائدہ بھی حاصل ہوگا۔

22: دسمبر 2019 - دہلی ہی میں جاسوسی کے الزام میں بھارتی بحریہ کے سات اہلکاروں کو گرفتار کیا گیا، یہ اہلکار غیر افسر رینک سے ہیں اور انہیں حساس اڈوں پر وشاکھا پٹنم،ممبئی اور کاروار میں تعینات کیا گیا تھا۔شبہ کیا جارہا ہے کہ وہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم فیس بک پر 'دوستی' کرنے والے افراد کے ساتھ رابطے میں تھے اور غیر مجاز معلومات کو لیک کررہے تھے۔آندھرا پردیش کے ڈی جی پی ڈی گوتم سوانگ کے حوالے سے بتایا گیا کہ ایک شخص پر کیس درج کیا گیا ہے اور مزید چند مشتبہ افراد سے پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ان ساتوں کو آندھرا پولیس نے بحریہ اور سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ساتھ مل کر آپریشن ڈولفنز ناک کے دوران گرفتار کیا گیا تھا۔بحریہ کے عہدیداروں نے بتایا کہ یہ ممکن ہے کہ ان ساتوں میں سے کچھ نے فیس بک پر غیر ملکیوں سے دوستی کی ہو۔

بحریہ تفصیلی تحقیقات کررہی ہے، کیوں کہ اس میں اہم اڈوں پر تعینات اہلکار شامل ہیں۔یادرہے کہ وشاکھا پٹنم صرف مشرقی بحری

کمانڈ کا اڈہ نہیں، بلکہ ایٹمی سب میرین آئی این ایس اریانت کا ہوم بیس بھی ہے۔ساؤتھ ایشین وائر کے مطابق یہ تمام تنصیبات جو ہری سے چلنے والے وار ہیڈز لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔اس اڈے سے باہر ہی پاکستان بحریہ کی سب میرین پی این ایس غازی 1971 کی پاک بھارت جنگ کے دوران ڈوب گئی تھی۔اسی طرح کرناٹک کے شمالی حصے میں، کاروار سمندری جہاز سے چلنے والے ہوائی جہاز کیریئر آئی این ایس وکرمادتیہ کا ہوم بیس ہے۔اس کے نظام الاوقات کے بارے میں چھوٹی معلومات بھی دشمن کو اس بارے میں خبردار کرسکتی ہے کہ کب 470000 ٹن وزنی جنگی جہاز سفر کرنے کے لیے تیار ہوگا۔

9: سال میں 32: فوجی،اہم عہدوں پر قائم افراد جاسوسی کرتے پکڑے گئے ہیں:

دینک بھاسکر کے مطابق 2019 میں سب سے زیادہ ،یعنی فوج سے منسلک تیرہ جوان گرفتار کیے گئے ہیں جو پاکستان کے لیے جاسوسی کرتے تھے۔حیرت تو یہ ہے کہ بعض نے تو ایٹمک آبدوز اور میزائلوں کی جانکاری تک پاکستان کو بھیجی ہیں۔دینک بھاسکر نے کشمیر میں ڈی ایس پی "دیوندر سنگھ کی گرفتاری کے بعد جو رپورٹ پیش کی ہے،اس میں نو سالوں میں 32: فوجی جوان جاسوسی میں ملوث پائے گئے ہیں۔ان گرفتار شدگان میں 15: جوان فوج کے، 7: بحریہ کے،اور 2: فضائیہ کے ہیں۔اس کے علاوہ "ڈی آر ڈی او" ناگپور "برمہوس" میزائل عملے کا ایک انجینئر ،ایک سول ڈفینس ، چار بھارتی سیما سرکچھا بل کے جوان اور 3: ریٹائرڈ سروس مین شامل ہیں۔

پچھلے سال ہریانہ میں " کُماؤ" ریزی مینٹ کا رویندر کمار،مہومدھیہ پردیش میں 10: بہار ریزیمینٹ کا نائک اویناش کمار،جیسلمیر کی ٹینک ریزی مینٹ کا سوموبر، پوکرن میں تعینات لانس نائک روی ورما اور سپاہی وچتر بوہرا اور کشمیر میں پوسٹنگ کر رہے ملکیت سنگھ بھی آئی ایس آئی کو خفیہ جانکاریاں دیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ان سارے معاملات کو دیکھتے ہوئے یہی لگتا ہے کہ خفیہ ادارے کس قدر اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔اگر یہی صورت حال رہی تو بھارت بڑا خمیازہ بھگت سکتا ہے،اس لیے حکومت بلا امتیاز جاسوسی میں پکڑے گئے افراد پر فاسٹ ٹریک عدالتوں کیس کی سماعت کی جائے اور جلد از جلد انھیں غداری کی سزا دی جائے،تا کہ دیش کو چند سکوں پر بیچنے والوں کے انجام کو دیکھ کر دیگر لوگ ایسی حرکتیں کرنے سے پہلے سو بار سوچیں۔

تعجب ہوتا ہے کہ وہ میڈیا جو کسی مسلمان کی تقریر سے ہی بے چین ہو جاتا ہے،اور ہر قسم کی دفعات لگا کر سزا بھی خود ہی مقرر کر دیتا ہے۔ان سارے معاملات میں خاموش کیوں نظر آتا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ نہ تو جاسوسوں کا ڈی این اے ہوتا ہے اور نہ ہی دنگل، نہ ہی پرائم ٹائم میں جگہ ملتی ہے اور نہ ہی ڈبیٹ میں۔آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ پکڑے جانے والے عبداللہ،عبدالرحمٰن، کی بجائے:

ستیش مشرا، دیپک ترویدی، پنکج ایّر، سنجیت کمار، سنجے ترپاٹھی، بلوسنگھ، وکاس کمار، راہل سنگھ، سنجے راوت، دیوشرن گپتا، رنکو تیاگی، رشی مشرا، ویدرام ہیں۔مذکورہ نام حال ہی میں پکڑے گئے جاسوسوں کے ہیں،لیکن میڈیا جب کوئی ہندو کیس میں ملوث ہوتو ہنی ٹریپ کا نام دیتی ہے،اور اگر مسلمان ہوتو دہشت گرد، دیش کا غدار اور نہ جانے کیا کیا بنا دیتی ہے۔یہ دوہرا رویہ نادادن دوست کی دوستی کی طرح ہے،جس کا ہر کام دوست کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔مشہور شاعر منوررانا نے حالات حاضرہ کی یوں عکاسی کی ہے:

فقط اس بات پر اس نے ہمیں دنگائی لکھا ہے
ہمارے گھر کے برتن پر آئی ایس آئی لکھا ہے

بچپن کی تربیت پچپن تک جاتی ہے

از: مفتی محمد مظفر علی المدنی (فیصل آباد: پنجاب)

انسان کی پرورش، نشوونما اور تربیت کا سب سے پہلا مرحلہ اُس کا بچپن ہے۔ یہ بات ایک عالمی سچائی ہے، نیز اِس پر بچوں کی نفسیات کے ماہرین کا اتفاق بھی ہے کہ بچے کے تربیتی زمانے میں اُس کے ذہن کی دیواریں ایک صاف کینوس کی طرح ہوتی ہیں۔ اُن دیواروں پر آپ جیسے کردار، رویے، نظریات اور اخلاقی اَقدار منقّش کردیں گے بچے کا ذہن ویسا ہی اساسی طور پر ڈھل جائے گا اور یہی آپ کے نقش کردہ رویے اور اَخلاقی اَقدار ساری عمر اُس کے لیے ایک حوالہ بن جائیں گی۔

یاد رکھئے کہ وقت گزرنے کے ساتھ بچہ کسی بھی طرح کے کردار میں ڈھل جائے، مگر اُس کا اخلاقی معیار وہی رہتا ہے جو بچپن میں اُس کے ذہن میں راسخ ہوچکا تھا۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ: ''ماں کی گود بچے کا پہلا مدرَسہ ہوتی ہے''۔

مقولہ تو پرانا سہی، مگر اب تو سائنس بھی یہ کہتی ہے کہ بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی DNA کے ذریعے والدین کے اثرات قبول کرنے لگ جاتا ہے۔ اس نظریئے کی تصدیق ہمارے اسلاف سے بخوبی ہوجاتی ہے جنہیں پیدائشی طور پر کئی کئی پارے حفظ ہوتے تھے، مگر بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں جہاں بہُت ساری دیگر برائیاں جنم لے چکی ہیں، اُن ہی میں سے ایک بہت بڑی برائی، خرابی اور جرم، جی ہاں ایک سنگین جرم ''والدین کا بچوں کو وقت نہ دینا'' ہے۔ یقین کیجئے کہ والدین کا اپنی اولاد کو وقت نہ دینا اور چند بنیادی ذمہ داریوں کے علاوہ باقی ذمہ داریوں کو پیسے کے ذریعے معاشرے سے خریدنے کی بے وقوفانہ کوشش کرنا، بچے میں مذہبی، معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی بگاڑ پیدا کرنے کا سب سے بنیادی اور مؤثّر ترین سبب بن جاتا ہے۔

اپنی خرابیوں کو پسِ پشت ڈال کر　　ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

نوجوان نسل آوارہ، بدچلن، نشے میں دُھت، مغرب کی اندھی غلامی، قتل، زناکاری اور ہم جنس پرستی (Homosexuality) جیسے جرائم کے دلدَل میں دَھنسی ہوئی نظر آتی ہے، مگر اہلِ خانہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اُن کی اِس بے راہ رَوِی کا یکتا سبب معاشرے کی خرابی قرار دیتے ہیں، مگر یاد رکھئے کہ اہلِ فہم کے نزدیک معاشرہ بذاتِ خود کچھ بھی نہیں، بلکہ یہ معاشرہ ہم انسانوں کی ایک ایک اکائی کے اجتماع کا دوسرا نام ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ معاشرہ اپنے وجود کے لیے ایک ایک انسان کے وجود کا مرہونِ منّت ہے۔

یعنی معاشرہ ہم خود بناتے ہیں، اور سب ہی اِس میں کسی نہ کسی طرح بگاڑ پیدا کررہے ہوتے ہیں، مگر اس بگاڑ کا تخم والدین اپنی اولاد کو وقت نہ دے کر اور اُن کی تربیت نہ کرکے ہی بو رہے ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا نوجوان بے راہ رو ہے، جرائم میں ملوث ہے- ایک پرائمری سکول کا بچہ ''ویلنٹائن ڈے'' کو گلاب ہاتھ میں تھامے پھر رہا ہے۔ ساتویں کلاس کا بچہ محبوبہ کو تحائف دینے کی خاطر اپنے ہی گھر سے چوری کررہا ہے۔ اسکولوں کی خستہ ذہن بچیاں گھر جھوٹ بولنے سے لے کر آشنا کے ساتھ بھاگنے تک کے منصوبے بنانے میں مصروف ہیں۔ دسویں کلاس کا بچہ اپنی ہی استانی سے عشق کے پیچ ڈالتا نظر آرہا ہے۔ یہ سب صورتِ حال بہت تشویش ناک ہے۔ آخر یہ نوجوان نسل اتنی نڈر اور بے باک کیوں ہوگئی ہے؟ اِن کی اس بے راہ روی کی بنیاد کہاں سے پڑی تھی؟ اِس طرح کے دیگر کئی چبھتے سوالات کے جوابات کی کڑیاں والدین کی عدمِ توجّہی اور درست زاویوں پر فکری تربیت

نہ کرنے سے جا ملتی ہیں۔

آپ اگر والدین اور بچے کے مابین وابستگی اور تعلقات کا سرسری جائزہ لیں تو صبح جگانا، ناشتہ دینا، سکول، مدرسہ اور ٹیوشن بھیجنا اور جب مستقبل میں پڑھ لکھ جائے تو نوکری ملنے کے بعد شادی کر دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فی زمانہ بہتیرے گھرانوں کا حال اسی نوعیت کا ہے۔ماں باپ دونوں کے پاس صحیح غلط سمجھانے اور صحیح راہ پر گامزن کرنے کا وقت ہی نہیں، لہٰذا والدین اور بچے ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نتیجۃً اِس خود ساختہ دُوریوں کی وجہ سے بچے باتیں چھپانے لگتے اور اَز خود اُن کے حل تلاش کرتے کرتے غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ماں بچوں کی روٹی، کپڑا اور تعلیم دلوانے میں مصروف ہے اور باپ ان ضروریات کے لیے پیسہ کمانے میں، مگر حاصل یہ کہ اولاد اِن سب چیزوں کے باوجود زمانے کی گردش میں زندگی اور کبھی کبھی عزت کی بازی ہار جاتی ہے۔

جلتی رہی حیات بڑی خامشی کے ساتھ　　کوئی دھواں اٹھا نہ کوئی روشنی ہوئی

ایک بہت مزیدار مقولہ ہے کہ ''بچپن کی تربیت بچپن تک جاتی ہے'' لہٰذا خدارا اپنی اولاد کو ایک قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے انہیں مناسب وقت فراہم کیجئے، اپنی کاروباری اور مذہبی (یعنی مبلغ کا بیانات اور پیر کا آستانوں پر وقت دینا، وعلی ھذا القیاس) مصروفیات کی خاطر ان پھولوں کے مستقبل، افکار اور کردار کا خون مت کیجئے۔ اپنے کاروبار سے زیادہ اپنے بچوں پر سرمایہ کاری (Investment) کیجئے۔ ہمارے مشائخ کی زندگی کا سرسری جائزہ لیجئے تو اُن کی بچپن سے فکری، تعلیمی، اخلاقی، مذہبی، سماجی اور معاشرتی تربیت اُن کے والدین ہی کرتے تھے۔ اور افسوس کے ساتھ ہمارے زمانے کا حال یہ ہے کہ واٹس اپی امّیاں ہیں اور فیس بکی ابو، تو بالیقین اولادیں بھی انسٹا گرامی ہی نمودار ہوں گی۔

روتے رہے لپٹ کر ہم ہر اجنبی کے ساتھ　　اپنوں کی چاہتوں نے بھی کیا کیا دیئے فریب

لہٰذا آپ کی اِس نوجوان نسل (Young generation) کو آپ کے وقت کی حاجت ہے، انہیں وقت دیں، پیار کریں، اپنائیت دیں، دوست بنائیں، اجنبیت ختم کریں، قربت بڑھائیں، اُن پر سرمایہ کاری کریں، اُن سے بات کریں اور سچ کہوں تو انہیں اپنا وقت دے کر ایک ''انسان'' بنائیں: ع/　　اللہ کرے دل میں اتر جائے میری بات

مراسلات

قارئین کرام

مولانا محمد حنیف حبیبی دار العلوم مجاہد ملت اڑیسہ

مبسملا وحامداً ومصلیا ومسلما۔

مذہبی اور مسلکی اقدار کا نمائندہ رسالہ "پیغام شریعت،، کی بار دیگر اشاعت پر ٹیم کے تمام سرگرم اراکین کو دلی مبارکبادیاں، بالخصوص گلشن صدر الشریعہ کے گل سرسبد، مفتی فیضان المصطفی قادری اور نگہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پر سوز جیسے اوصاف کے حامل، علامہ طارق انور مصباحی صاحبان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ اور مستقبل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں شعور و آگہی کے ان جھلملاتے تاروں سے روشنی کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

اس لیے بھی کہ ہم تاریخ کی تاریک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ مدارس بند، مساجد میں تالے اور آستانوں درگاہوں میں پہرے، ایسے میں

کسی دینی رسالے کا اجراواحیا محض ایک کام نہیں بلکہ تاریخی کارنامہ ہے۔
پیغام شریعت نے جہاں نوجوان اہل قلم کی قابل قدر جماعت تشکیل کی، وہیں علاقائی اور ملکی سرحدوں سے بالا عالمی سطح پر ارباب علم وفضل کو جوڑنے کا عظیم فریضہ انجام دیا اور دلی سے صائع ہونے والا یہ جریدہ اہل دل کی تسکین قلب ونظر کا سامان بن گیا۔
ریاست اڑیسہ کے علماء وایمہ اور آستان مجاہد ملت کے خدام وطلبہ میں مسرتیں ہیں اور بڑی بیتابی کے ساتھ انتظار بھی دارالعلوم مجاہد ملت کے تمام اساتذہ کی جانب سے رسالہ ہٰذا کے احیاء پر مبارکبادیوں کے ساتھ دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے فضل وکرم سے رسالہ سے متعلق تمام افراد کو دارین کی لازوال نعمتوں سے مالامال فرمائیں آمین

سنی دنیا کا ممتاز رسالہ ماھنامہ پیغام شریعت

سیدشہباز اصدق دارالعلوم قادریہ غریب نواز ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت وجماعت کا ترجمان ماہنامہ پیغام شریعت دہلی ایک ممتاز رسالہ ہے۔ابھی چار سال پہلے کی بات ہے کہ اپریل ۲۰۱۶ میں اس رسالہ کا اجراعمل میں آیا تھا،ان چار سالوں میں آخری سال یعنی ۲۰۲۰ موجودہ عالمی وبا کوڈ ۱۹ کے نذر رہا،گویا ماہنامہ پیغام شریعت کے خدمات کی کل مدت تین سال ٹھہری۔اس مختصر سی مدت میں ماہنامہ پیغام شریعت نے جس برق رفتاری سے رسائل کی دنیا میں اپنے نام اور کام کا لوہا منوایا ہے وہ لائق رشک اور قابل داد ہے۔فکر وفن،نقد ونظر،تحقیق وتفحص اور زبان وادب ہر لحاظ سے یہ ماہنامہ کامل واکمل ہے۔دینی،ملی وسیاسی محاذ پر ملت اسلامیہ کی تحریری قیادت کرنا اور دینی،ملی،فکری وسیاسی بیداری کے لیے امت مسلمہ کو مسلسل مہمیز کرتے رہنا اس رسالہ کا وہ منشور ہے جو کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے۔تین سال کی مختصر سی مدت میں یہ ماہنامہ کثیر الاشاعتی رسالہ بن چکا ہے اور اب یہ مجلّہ ہندوستان کی سرحد سے آزاد ہوکر دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچ کر داد وتحسین حاصل کررہا ہے۔میں نے ساؤتھ افریقہ کے اردوداں طبقے سے اس رسالہ کی تعریف سنی ہے اور انھیں اس رسالہ کو قدر کی نگاہ سے پڑھتے دیکھا ہے۔
یقیناً یہ اس رسالہ کی عالمگیر مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔
۲۰۱۸ میں صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ماہنامہ پیغام شریعت نے ''مصنف اعظم نمبر'' کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔یہ نمبر انتہائی مقبول ہوا،دنیا بھر کے اصحاب علم وفضل نے اس نمبر کی عظمت کو خراج پیش کرتے ہوئے ماہنامہ پیغام شریعت کی خدمات جلیلہ کو سراہا۔ابھی یہ سطور لکھ ہی رہا تھا کہ واٹس ایپ پر اس ماہنامہ کے روح رواں وایڈیٹر ادیب شہیر حضرت علامہ طارق انور مصباحی صاحب زیدمجدہ کا یہ میسیج نظر نواز ہوا کہ ماہ دسمبر میں ماہنامہ پیغام شریعت کا فلاح ونجات نمبر شائع ہونے جارہا ہے جس میں نامور صاحبان لوح وقلم کے فکر انگیز تحقیقی مقالے شامل ہیں۔اس مبارک خبر سے بے حد مسرت ہوئی یقیناً یہ ایک تاریخ ساز پیش رفت ہے اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔اس پیش رفت پر راقم الحروف ماہنامہ پیغام شریعت کی متحرک وفعال ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔یہ جہد مسلسل اور سعی پیہم ادارہ کے لیے خوش آئند اور مبارک ہے۔ماہنامہ پیغام شریعت کے عزائم اور کام کی رفتار کو دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آتا ہے

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت کی خدمات کو قبول فرماکر اسے عمر خضر عطا فرمائے۔

سیدشہباز اصدق
خادم التدریس والافتاء دارالعلوم قادریہ غریب نواز ساؤتھ افریقہ

پیغام شریعت زندہ باد

علامہ محمد ارشد نعیمی قادری لکرالوی

بحثیت مسلمان ہمارے ایمان کی بنیاد اس عقیدے پر استوار ہے کہ ہماری انفرادی و اجتماعی بقاوسلامتی کا راز غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر آپ کی محبت ہی اصل ایمان ہے جس کے بغیر قصر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں یہی پیغام شریعت ہے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ کشت دیدہ دل میں پیغام شریعت کے ذریعے عشق رسول کی شجر کاری کی جائے جس کی آبیاری اطاعت واتباع کے سرچشمے سے ہوتی رہے تب ہی ایمان کا شجر ثمر بار ہوگا اور اس کی شاخ درشاخ سے نمواور بالیدگی کا سامان ہوتا رہیگا بزم معاشرہ میں پیغام شریعت کا چراغ فروزاں کرنے سے نخل ایمان پھلے پھولے گا اور نظریاتی وفکری پراگندگی کی فضا چھٹ جائیگی چمنستان دہر کے ہنگامے اور رونقیں اس گل چیدہ کی مرہون منت ہیں جو مبدأ فیض نے اس کائنات رنگ وبو کی افزائش حسن کے لئے منتخب فرمایا اور جس کے نور سے کرہ ارض جگمگانے لگی اور اسی نور سے فیض یافتہ علماء وفقہاء نے اس امت کو پیغام شریعت بتایا ہر دور میں اس امت کے نفوس قدسیہ نے پیغام شریعت کے حوالے سے تنظیمیں تحریکیں قائم فرمائیں جس سے امت کی فلاح و بہبود کی کہکشاں جگمگاتی رہی اور اب بھی بحمدہ تعالی بہت ساری منظّم تحریکیں تنظیمیں اس امت کی اصلاح کے تیے منصۂ شہود پر جلوہ بار ہیں جن کے ذریعے پیغام شریعت فزوں سے فزوں تر ہو رہا ہے اس وقت قلب ونظر میں سرور ونور پیدا ہوا جب دین مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت ماہنانہ پیغام شریعت کی شکل میں ہوتی ہوئی دیکھی سرکار نور مجسم ﷺ کے لائے ہوئے دین وشریعت کے پاک پیغام پیغام دین وشریعت ہمارے لیے رحمت ہی رحمت برکت ہی برکت ہیں اسی چیز کی تشہیر اس مجلّہ ماہنامہ پیغام شریعت میں نظر آتی ہے۔ اللہ لم یزل ولم یزال اپنے فضل وکمال جود ونوال کی بارش برسائے اس کے مدیر اعلی ناصر دین مصطفیٰ حضرت العلام محمد فیضان المصطفی قادری پر جن کی سعی جمیلہ سے اس رسالے نے چہار دانگ عالم میں شہرت ونصرت کی روشنی بکھیری پیغام شریعت کا سورج جہاں جہاں طلوع ہوگیا وہاں وہاں سحر ہوگئی اور اس سحر نے اب تک یہی پیغام شریعت دیا کہ دنیا واخرت کی کامیابی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابسطہ ہو جانے میں ہے۔ بلاشبہ اس پیغام شریعت نے اک ایسے مہکتے ہوئے گلستان کی بنیاد ڈالی جس سے دل کے نہاں خانوں میں عشق رسول کی فضا مہکتی دکھائی دے رہی ہے یہ سب ثمرہ ہے بزرگان دین کے فیض باکمال کا پیغام شریعت دن بدن کیوں نہ فزوں تر ہو جب کہ اس کی مجلس ادارت ومشاورت ان عشاقان مصطفیٰ ﷺ پر قائم ہے جن کے علم وعمل سے دنیائے سنیت چمکتی دمکتی دکھائی دیتی ہے اور سونے پر سہاگہ اس پیغام شریعت میں اک پھول بشکل معاون مدیر ایسا بھی شامل ہے جس کو دنیا شہزادہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی ازہار احمد امجدی ازہری کے نام سے جانتی ہے جو پیغام شریعت کے سچے پکے داعی ومعین ہیں، جن کے کلک نوک سے نکلے ہوئے تحقیقی کواکب ملت اسلامیہ کے لیے کسی لعل وگوہر سے کم نہیں، پیغام شریعت کو شائع کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے جس سے حامیانِ اسلام کے عقائد واعمال اقوال ونظریات کی اصلاح کران کو راہ سبیل پر مستحکم بنانا ملت اسلامیہ کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول کھلانا مغربی تہذیب

کے دلدادؤں کو اسلامی اسپرٹ سے روشناس کرانا مسلک اعلی حضرت اور تعلیمات اسلاف سے لوگوں کے اذہان کو منور کرنا، احکام اسلام، محبت اسلام، قدر اسلام کو لوگوں کے اندر اجاگر کرنا تاکہ ابطال باطل احقاق حق کی روشنی سے ہمارے افراد مستنیر ہوسکیں۔ بحمدہ تعالی یہ مجلّہ پیغام شریعت اک بار پھر اپنی بے پناہ کارکردگیوں کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے اور بہت جلد ان شاء اللہ ثمہ شاء رسول اللہ جلت عظمتہ وصلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضیاء بارکرنیں اطراف واکناف کو منور ومجلی فرمائین گی، ہزار ہاداد وتحسین کے لائق ہیں پیغام شریعت کے معاون ومشیران اوران کے شانہ بشانہ مل کر اس پیغام شریعت کو چلانے والے افراد جنہوں نے اب تک اس کو اپنا ہر ممکن وقت فراہم کیا، اور لوگوں تک اس کو پہنچایا۔ اللہم یزل ان سب کو سلامت رکھے، پیغام شریعت کو فقیر پوری الفت ومحبت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے الفاظ وجمل بہت ہی تحقیقی ومعیاری ہونے کے ساتھ اپنے اندر گہرائی وگیرائی لیے ہوئے ہوتے ہیں، گزشتہ ایام اسی پیغام شریعت کے بینر تلے اک عظیم نمبر مصنف اعظم ہمارے سامنے آیا تھا جس کو دیکھ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا تھا، پیغام شریعت یقیناً ہم سب کے لیے خدائے پاک کی طرف سے اک گلدستہ نایاب ہے جس کی بھینی بھینی خوشبوئیں قلب وذہن کو معطر کرتی ہیں، اللہ رب العزت بھلا کرے ہمارے کرم فرما پیکر خلوص ومحبت محافظ آیات قرآنیہ حافظ و قاری عالی جناب کمیل احمد امجدی حفظہ اللہ تعالی عن کل شرغوی آفس انچارج پیغام شریعت کا' جنہوں نے مجھ فقیر کو چند کلمات پیغام شریعت کے متعلق لکھنے کے لیے موقع فراہم کیا۔ فقیر غفرلہ القدیر کے دل میں پیغام شریعت کے معاونین ومدیران اور محبین ومشیران کے لیے تشکر وامتنان کے جو جمل درون دل چھپے ہیں رسمی حرف وصوت سے ان کی پزیرائی مناسب نہیں، اللہ پاک ہی ان کو دارین میں اس کا صلہ جمیل واجور جزیل عطا فرمائے گا، بارگاہ اللہم یزل میں دعا ہے کہ مولی کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل اس پیغام شریعت کو گھر گھر میں پہنچا دے، اس کی اشاعت میں حصہ لینے والے ہر فرد کے علم وعمل شرب واکل میں خوب برکتیں عطا فرما کر اس کو دارین میں رحمتیں عطا فرمائے۔ طالب دعا

محمد ارشد نعیمی قادری ککرالوی (فاضل جامعہ نعیمیہ مرادآباد)

فخر صحافت حضرت مولانا طارق انور صاحب قبلہ

بہت ہی مسرت وشادمانی کی بات ہے کہ عالمی وبا کرونا وائرس کی وجہ سے جماعت اہل سنت مسلک اعلی حضرت کا عالمی ترجمان "پیغام شریعت دھلی" کی اشاعت زیر التوا تھی۔ اب حالات دن بدن بہتر ہوتے جارہے ہیں۔ اس لیے اس کی اشاعت دوبارہ ہونے جارہی ہے۔ اس تصدیر پر پیغام شریعت کی پوری ٹیم کو صد مبارکاں۔

الحمدُ للہ! اہل سنت کے رسائل دینیہ کی جھرمٹ میں زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا جانے والا یہ رسالہ فکر رضا کا ترجمان بن کے چمکا۔ اور حالات حاضرہ کی عکاسی میں نمائندہ رسالہ رہا۔ ضرورت ہے کہ جدید اشاعت کو خوب خوب پروان چڑھایا جائے۔ اور جماعت اہل سنت اس کی ممبر سازی میں اپنا تعاون پیش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام مع الخیر

محمد شاہد القادری

(جنرل سکریٹری مجلس علمائے اسلام بنگال)

R.N.I. No. DELURD/2015/65657 Posted at RMS Postal Registration: DL (DG-11) 8085/2021-23
Publishing Date: 20 Same Month
Total 56 Page with Title Cover
Paigam e Shariat Monthly
Weight 95 Grams
Vo: 06 Issue: 01 February: 2021
Posting Date. 21&22

حضور صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ کی علمی یادگار

فتاویٰ امجدیہ کی ترتیب جدید

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی یادگاروں میں بہار شریعت کے بعد سب سے اہم ان کے فتاویٰ ہیں، جن کو مفتی عبدالمنان کلیمی مدظلہ نے مرتب کیا، حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ اور مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کے حواشی کے ساتھ شہزادہ محدث کبیر حضرت مولانا علاء المصطفیٰ صاحب کی کوششوں سے اس کی چاروں جلدیں طبع ہو کر بہت پہلے منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ فتاویٰ امجدیہ کا نقش اول تھا۔ اب نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی فیضان المصطفیٰ صاحب کی تحریک اور زیر نگرانی اس کی ترتیب جدید جاری ہے، کمپیوزر کمپوزنگ کے ساتھ نئے ڈھنگ سے اس کی پیرابندی اور سیٹنگ ہو رہی ہے۔ جس میں عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ اور ان کی تخریجات کے ساتھ جہاں جہاں مزید حواشی کی ضرورت محسوس ہوگی وہاں حاشیہ کا اضافہ کیا جائے گا۔ اس پر مسلسل کام جاری ہے۔ امید ہے کہ اسی سال نئی شان بان کے ساتھ چھ یا سات جلدوں میں منظر عام پر آجائے گی۔ قارئین سے گزارش ہے کہ حضور صدر الشریعہ کا کوئی فتویٰ کسی کے علم میں ہو جو اس میں شامل نہ ہو سکا ہو تو ہمیں آگاہ کریں، اور اس تعلق سے مفید مشوروں سے بھی نوازیں۔

”مقالات خواجہ علم وفن“ کی ترتیب جدید

”مقالات خواجہ علم وفن“ کی ترتیب جدید بھی فائنل مرحلے میں ہے، جو علامہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ کے فنی مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کا نقش اول امیر القلم قبلہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے اپنی کوششوں سے ترتیب دیا تھا۔ مفتی محمد اسلم رضا شیوانی ابوظبی، اور مفتی فیضان المصطفیٰ قادری کی مشترک کوششوں سے اس کی از سر نو ترتیب پر ایک عرصے سے کام جاری ہے، اب یہ ترتیب آخری مرحلے میں ہے، اصلاح اغلاط، حسب ضرورت حواشی، تخریج عبارات اور مفصل مقدمہ کے ساتھ عن قریب یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ جن لوگوں نے نقش اول کے مشمولات دیکھے ہوں ان سے گزارش ہے کہ اگر کوئی مقالہ اس میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو اور وہ دستیاب ہو سکے تو ہمیں فراہم کرائیں، تا کہ اس میں شامل کر لیا جائے۔

Owner, Publisher & Printer
Mohammad Kumail
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/S Moni Printin Press**
3622 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No. 422, 1st Floor, Gali Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006